

مزید خدمت کے مواقع فراہم کیجئے گا۔ کیونکہ میرے سیاست میں آئے بغیر کاغذ سستا نہیں ہو سکتا اگر آپ نے مجھ پر یہ نوازش نہ فرمائی تو پھر منکا بجانے کی مشق بہم پہنچاؤں گا۔ یہ بھی ہماری ثقافت کا اہم جزو ہے۔ نج۔ کا تو لاواہ۔ نہ نج۔ کا تو کم از کم ٹھنڈا پانی ہی مہیا کرتا رہے گا۔ منکا پھر منکا ہے (اس کا پکھنے گھرے سے کوئی تعلق نہیں)۔

بہترے دوست مجھے اپنے مسائل لکھ کر بھیجئے ہیں اور حل بھی طلب کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ جو شخص اپنے ہی مسائل حل نہ کر پاتا ہو وہ کسی دوسرے کی رہنمائی کیا کر سکے گا۔ ایک صاحب کو یہی لکھ بھیجا تھا ناراض ہو کر جواب جواب پر اتر آئے اور یہ سوال ٹھونک بھیجا کہ آپ کیسے دانشور ہیں کہ میری اتنی ذرا سی مشکل کا حل آپ کے پاس نہیں۔

لاحول ولا قوۃ۔ کیا میری شکل ایسی ہی ہے کہ آپ مجھے دانشور کہہ بیٹھیں بھائی! کسی "دانشور" سے رجوع فرمائیے۔ "دانشور" تو مسائل پر مسائل کھڑا کرتا چلا جاتا ہے کہ دانشوری ذہنی شیر بازی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بہتر صورت یہ ہوگی کہ آپ خود ہی اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کیجئے۔ نہ حل ہو سکیں تو انہیں ایک طرف رکھ کر منکا بھائیے، بجاتے رہئے۔ بجاتے رہئے۔ یا تو اس دوران میں آپ کو حل نصیب ہو جائے گا۔ یا پھر۔ آپ۔ منکا ہی بجاتے رہ جائیں گے۔ دونوں ہی صورتیں عافیت کی ہیں۔

والسلام

ابن مسعود

۳۰ اپریل ۱۹۷۳ء



جزیرہ موبار کے مشرقی ساحل پر دو بڑی سی ڈھانی کشتی تکی دن سے لنگر انداز تھی۔ ایک معمولی سی ڈھانی کشتی۔۔۔ ایسی لاٹھلا کشتیاں موبار کے دوسرے ساحلوں پر لنگر انداز ہی ہوں گی۔۔۔ لیکن اس کشتی کی طرف توجہ مبذول کرانے والا وہ بھاری بھر کم اور خوف ناک کتا تھا جو ہر وقت عرشے پر بیٹھا اپنی لال زبان نکالے ہانپتا رہتا تھا۔ اگر کوئی بھری پرندہ بھی اس کشتی کے قریب سے پرواز کرتا تو وہ یک لخت اپنی زبان جڑوں میں سمیٹ کر اس طرح غرائے لگتا جیسے اس نے اس کی توجین کی ہو۔

ان اطراف میں فی الوقت یہی ایک کشتی لنگر انداز تھی۔ یوں بھی مشرقی ساحل زیادہ تر ویران ہی رہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ حصہ آبادی سے دور تھا اور اس طرف ماہی گیری بھی نہیں ہوتی تھی لیکن یہ کوئی غیر ممنوعہ علاقہ تو تھا نہیں کہ اس کشتی کو مقامی لوگ شے کی نظر سے لکھتے۔ اکثر تھائی پسند سیاح بھی اپنی کشتیاں اسی ساحل سے لگا دیا کرتے تھے۔

اس کشتی پر اس خوف ناک کتے کے علاوہ تین آدمی بھی تھے۔ ان میں سے جب بھی کوئی کتے کے قریب سے گزرتا تو اسے بھی اس کی غراہٹ سننی پڑتی اور وہ آوازوں سے گویا اس کی اور اپنی انسانی کے حوالے سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور سمندر کی طرف سے چلنے والی غم آلود ٹہنیں ہوائیں اپنے ساتھ کی لانچ کے انجن کی آواز بھی منتشر کر رہی تھیں۔

دیکھتے دیکھتے ایک چھوٹی سی لانچ ڈھانی کشتی کے قریب آکر رکی اور اس پر سے ایک آدمی انسانی کشتی پر ہانچا۔

کتے کی غراہٹ پھر سنائی دی تھی۔ لیکن ان تینوں میں سے کسی نے اُسے آواز دے کر چپ کر دیا تھا۔

لاٹچے سے اترنے والا داخلی کشتی کے کپڑوں میں داخل ہوا یہ ایک سفید قام غیر ملکی تھا۔ کشتی کے تینوں آدمی معمولی خاموشوں کے سے انداز میں ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑے نظر آئے۔ یہ تینوں ویسی ہی تھے لیکن روانی سے انگریزی بول سکتے تھے۔

”سب سلمان تیار ہے۔۔۔۔۔“ غیر ملکی نے سوال کیا۔

”لیس ہاس۔۔۔۔۔“ ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم کچھ سسٹ نظر آرہے ہو۔۔۔۔۔“ غیر ملکی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”نہیں تو ہاس۔۔۔۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”آس پاس کوئی اجنبی تو نہیں دکھائی دیا تھا۔“

”نہیں ہاس۔۔۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ گوشت لاؤ۔“

وہ آدمی کپڑوں کے کسی گوشے سے ایک بڑا سا طشت اٹھا لیا جس میں کچے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔

غیر ملکی نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چمچی سی شیشی نکالی، جو سرخ رنگ کے کسی سیال سے لبریز تھی۔

شیشی کاؤ حکمانگ کر کے اس نے سارا سیال گوشت کے طشت میں الٹ دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے گوشت کے ٹکڑوں کو مسلاتا شروع کر دیا۔

”کتنے کو لاؤ۔۔۔۔۔“ غیر ملکی نے دوسرے آدمی سے کہا اور تیسرے سے بولا۔ ”تم نظر آنا، اور کشتی کو بلیک پوائنٹ کی طرف لے چلو۔۔۔۔۔“

اس دوران میں کتے کی ہلکی ہلکی فراہٹ مسلسل سنائی دیتی رہی تھی۔

”اب تم ہاتھ صاف کر کے اسکرین لگاؤ۔۔۔۔۔“ غیر ملکی نے اس آدمی سے کہا جو گوشت کے ٹکڑوں کو مسل رہا تھا۔

کتا اندر لایا گیا۔۔۔۔۔ وہ اب بھی خرائے ہار رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر گوشت کے ٹکڑوں پر پڑی فراہٹ کا سلسلہ یک لخت ختم ہو گیا۔ پھر وہ گوشت کے ٹکڑوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

غیر ملکی اس آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا جو سامنے والی دیوار پر سفید اسکرین فکس کر رہا تھا۔ کتا بڑے اشتہاک سے گوشت چٹ کر رہا تھا۔

”اب تم پروجیکٹر پر ریل چڑھاؤ۔۔۔۔۔“ غیر ملکی نے اس آدمی سے کہا جو کتے کو کپڑوں میں لایا تھا۔

اسنے میں کشتی بھی حرکت میں آئی وہ ساحل چھوڑ رہی تھی اور اب اس کا رخ شمال کی طرف ہو گیا تھا۔

سامنے والی دیوار پر اسکرین فکس ہو جانے کے بعد غیر ملکی اس آدمی کی طرف مزاج پر و جیکٹر پر فلم کی ریل چڑھا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ اس کپڑوں میں بیٹھ کر کوئی فلم دیکھیں گے۔

کتے نے جلد ہی گوشت کے ٹکڑوں کا مسلتا کر دیا۔ اس کی فراہٹ قطعی طور پر معدوم ہو چکی تھی۔ ”اب فلم چلاؤ۔“ غیر ملکی نے کتے کو پُر حشر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کپڑوں میں اندھیرا ہو گیا اور پروجیکٹر کی روشنی اسکرین پر چڑنے لگی۔ یہ جزیرہ موبار کا لائٹ شارٹ تھا اور آہستہ آہستہ بلیک پوائنٹ نامی ساحل قریب آتا ہوا تھا۔

اب بلیک پوائنٹ سے بستی کی طرف جانے والی سڑک کا منظر تھا۔ پھر سڑک سے کیرا ایک لگی میں مڑ گیا۔ دو رو یہ عمارت کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک بڑی سی عمارت کا

کلوز آب قریب ایک منٹ تک اسکرین پر رہا تھا پھر ایک آدمی کی غیر متحرک تصویر کا کلوز آپ اتنی ہی دیر تک نظر آتا رہا اس کے بعد فلم ختم ہو گئی مزید تین یا چار سی فلم دکھائی گئی تھی پھر کپڑوں میں روشنی ہوتے ہی کشتی بھی بلیک پوائنٹ نامی ساحل سے جا گئی۔

کتا بالکل خاموش تھا۔ اس دوران میں ہلکی سی فراہٹ بھی نہیں سنی گئی تھی بلیک پوائنٹ کا یہ حصہ جہاں کشتی نظر انداز ہوئی تھی بالکل تاریک تھا اور آس پاس کوئی دوسری کشتی بھی موجود نہیں تھی۔

غیر ملکی نے کتے کا پنا پکڑ کر اٹھایا۔ وہ خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کبھی کسی نے فرمایا نہ ہو۔ پنا پکڑے ہوئے وہ اسے مرثیے پر لایا اور ”کو“ کہہ کر پنا چھوڑ دیا۔ کتے نے کشتی سے خشکی پر چھلانگ لگا دی اور اندھیرے میں دوڑنا چلا گیا۔



دوسری صبح پورے جزیرے میں سنسنی پھیلی گئی تھی اور راجرس اسٹریٹ میں تو کوئی قدم ہی نہیں رکھ سکتا تھا۔ پولیس نے چاروں طرف سے اس کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ خصوصیت سے

روجن لاج کے سامنے پورے جزیرے میں پانی جانے والی پولیس کی گاڑیاں موجود تھیں۔ روجن لاج میں کچھلی رات ایک غیر ملکی سفیر کا مہمان پر و فیسر میکس مارڈالا گیا تھا۔

اس کے ساتھ اس عمارت میں اس کی بیٹی روزا میکس بھی مقیم تھی دونوں حال ہی میں طرغ سیاحت یہاں آئے تھے اور غیر ملکی سفیر نے ان کے قیام کا انتظام جزیرہ موبار میں کیا تھا۔

پروفیسر عمارت سے بہت کم لگتا تھا لیکن روزانہ میکس ایک سیانی لڑکی تھی وہ زیادہ تر باہر ہی رہتی۔

پچھلی شام گھر سے باہر نکلنے وقت اس نے پروفیسر کو بخیر و عافیت چھوڑا تھا۔ موبار کے ایک خاندان میں رات کے کھانے پر مدعو تھی۔ بہت تھوڑے عرصے میں اس نے موبار میں کئی دوست بنائے تھے۔ ان میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ ان سے یہاں کے رسم و رواج سے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنی ڈائری میں یادداشتیں تحریر کرتی رہتی۔

وایسی دس بجے سے پہلے نہ ہو سکتی۔ عمارت میں سنا تھا۔

پروفیسر میکس آٹھ بجے تک کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ملازمین کو چھٹی دے دیتا تھا اور وہ اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ روزانہ کو چھانک کھلا ہوا ملا تھا اور اس کی دانت میں پروفیسر نے صدر دروازہ بھی کھلا ہی رہنے دیا تھا۔

اس سے قبل بھی کئی بار ایسا ہو چکا تھا۔ وہ آٹھ بجے کے بعد گھر واپس ہوتی تھی اور اس نے ہمیشہ دروازہ کھلا ہوا لیا تھا۔

بہر حال پچھلی شب کچھ بھی معمول سے ہٹ کر محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس نے کیا ڈال دیا تھا۔ بند کیا تھا اور پھر عمارت میں داخل ہو کر صدر دروازہ بھی مقفل کیا تھا اور اپنے بیدار رہنے کی طرف توجہ دیتی تھی۔ پھر جب وہ پروفیسر کی خواب گاہ کے قریب پہنچی تو وہ جانکاہ منہر دیکھا۔ پروفیسر فرش پر پڑا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف خون ہی خون تھا۔

ٹھوڑی کے نیچے زخروں گروں سے باہر نکلا پڑا تھا۔ مقامی پولیس کو وہ اپنا بیان دے چکی تھی اور اسے قریب ہی کی ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

پروفیسر کی لاش جہاں تھی وہیں پڑی رہی۔ مرکزی محکمہ سرکاری سانی کے بعض شہموں کے ماہرین ابھی تک وہاں نہیں پہنچے تھے۔ یہ کیس ایک غیر ملکی سفارت خانے سے تعلق رکھتا تھا اس لئے مختلف قسم کی کاروائیوں میں بہت زیادہ احتیاط برتی جا رہی تھی۔

روزانہ کو پڑوسیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کا فہم بنانے کی کوشش کرتے گئے لیکن وہ معلوم تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔

پھر کسی کی زبان سے نکل ہی گیا تھا۔ ”بڑے دل گروے کی لڑکی ہے۔ باپ اس طرح ہوا اور اس کی پیشانی پر شکن تک نہیں۔“ غالباً اس کے اسی رویے کی بناء پر کیٹین فیاض اس کو گواہ

تک جا پہنچا تھا جن کے یہاں اس نے پچھلی رات کھانا کھایا تھا۔

”وہ چھ بجے شام سے پونے دس بجے رات تک ہمارے ساتھ رہی تھی۔“ صاحب خانہ نے فیاض کو بتایا۔

”اس کے رویے میں کوئی خاص بات لوگوں نے محسوس کی تھی۔“ فیاض نے سوال کیا۔

”جی نہیں۔۔۔ قطعی نہیں۔۔۔ وہ معمول کے مطابق خوش و غرم تھی۔۔۔“ جواب ملا۔

بہر حال لڑکی کے بارے میں پوچھ گچھ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ ایک خاصی سوشل قسم کی لڑکی تھی۔

فیاض نے فی الحال لڑکی سے براہ راست کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ متعلقہ سفارت خانے کے ذمہ دار لوگ نہیں چاہتے کہ لڑکی سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کی جائے۔

شام تک اسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی جس کے مطابق پروفیسر کی موت آٹھ اور دس بجے کے درمیان واقع ہوئی تھی اور وہ کسی درندے کا شکار ہوا تھا۔ درندے نے اس کی گردن کاٹ لی تھی اور زخم کھینچ لیا تھا۔

فیاض نے ایک بار پھر سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا اور جیسے ہی گفتگو کے دوران میں اس نے فرسٹ سیکریٹری کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے مطلع کیا دوسری طرف سے عجیب طرح کی گھٹی گھٹی سی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔۔۔“ فیاض نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”کیا لائن ڈیڈ ہو گئی۔۔۔ ہیلو۔۔۔“

لیکن دوسری طرف اب سنا تھا۔ لائن ڈیڈ نہیں ہوئی تھی اور نہ ریسپورڈ کر ڈیل پر رکھا گیا تھا۔ فیاض نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد سوچنا رہا پھر لا پرواہی سے شانوں کو جینش دی اور گھر جانے کے لئے اٹھ گیا۔ صبح سے جزیروہ موبار میں جھک مارتا رہا تھا۔ وہ پہرہ کا کھانا تک اسیب لیں ہوا تھا۔

گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ رک کر اس نے انشیکل سومرو کو فون کیا تھا اور اسے ہدایت دی تھی کہ وہ جزیروہ میں ٹھہر کر لڑکی کی عمرانی کرے۔

لیکن انشیکل سومرو نے بتایا کہ سفارت خانے والے لڑکی کو وہاں سے لے گئے۔

”تم بھی واپس آ جاؤ۔۔۔“ اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے ایک ڈرگ اسٹور کا فون استعمال کیا تھا۔ رکھ کر وہ واپس کے لئے مڑا ہی تھا

کہ ایک غیر متوقع ذہنی جھٹکے سے دوچار ہونا پڑا اساتے عمران کھڑا احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں بھپکا رہا تھا۔

"تمہیں قرار نہیں ہے....؟" فیاض دانت میں کر بولا۔

"میں صرف یہ پوچھنے کے لئے رک گیا تھا کہ تم یہ کال اپنے دفتر ہی سے نہیں کر سکتے تھے؟"

"تم سے مطلب....؟" اور تم میرا بیچا کیوں کر رہے تھے۔"

"ذرا آہستہ....؟" عمران بونکھلا کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"دوکان دار کو یہ نہ معلوم ہونا چاہئے کہ آج کل مردوں کا بیچا مردی کر رہے ہیں۔"

"ہوساٹنے سے....؟" فیاض اسے ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

دوکان سے اتر کر جھڑپ کے عالم میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی ٹاپل

کے تحت پھر رک جانا پڑا۔

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔

"مجھ سے کچھ بھی معلوم نہ کر سکو گے....؟" فیاض نے سر دھجے میں کہا۔

"خانا تمہارا اشارہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کی طرف ہے۔"

"ظاہر ہے....؟"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جزیہ موبار میں پیچھے اور بھیڑیے نہیں پائے جاتے۔"

"کیا مطلب....؟"

"اس لئے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سرے سے نکلا ہے۔"

"ہوں....؟" تو تمہیں رپورٹ کا علم ہو چکا ہے۔"

"تم سے پہلے ہی....؟" اپنے جھگے کی کارکردگی پر ناز کرنے والے آفیسر کو کہلاتے ہیں۔"

"بد تمیزی نہیں۔"

"اوہو....؟" کیا مغرب ترقی ہونے والی ہے۔"

"یورمت کرو....؟" دن بھر جھگے کے بعد گھر واپس جا رہا ہوں اور میں دیکھوں گا تمہیں

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا علم کیوں کر ہوا۔"

"گھر پہنچتے ہی تمہیں پھر بھاگنا پڑے گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ رات کا کھانا

ساتھ کسی ہوٹل میں کھالو....؟"

"کیا مطلب....؟"

"یار فیاض تم آخر ہر بات کا مطلب کیوں پوچھتے لگتے ہو جبکہ مطلب بھی سمجھ میں نہیں آتا۔"

"جہنم میں جاؤ....؟" فیاض نے کہا اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد عقب نما آئینے پر نظر ڈالی....؟ پیچھے بے شمار گاڑیاں تھیں۔

"اوہہ....؟" فیاض نے نہ اسامہ بن کر سر کو جنبش دی اور گھر کی جانب رواں دواں رہا۔

ویسے وہ الجھن میں ضرور پڑ گیا تھا کیونکہ عمران کی پیش گوئیاں کبھی غلط ثابت نہیں ہوئیں تھیں۔

اس نے اس وقت یہی تو کیا تھا کہ گھر پہنچ کر تمہیں پھر بھاگنا پڑے گا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے

متعلق اسے سفارت خانے ہی سے معلوم ہوا ہو گا۔ خود اس کے جھگے سے کسی قسم کی معلومات

حاصل کرنا آسان کام نہیں۔

گھر پہنچ کر عمران کے قول کی تصدیق ہو گئی جب یہ معلوم ہوا کہ کوئی اہم اطلاع آئی تھی

لیکن فیاض کی عدم موجودگی کی بناء پر فون کے نمبر تاکر ہدایت کر دی گئی تھی کہ جیسے ہی وہ گھر

پہنچے اس نمبر پر رنگ کرے۔

اور یہ نمبر اسی جھگے کے ایک ڈائریکٹر کے تھے۔

اس نے میز پر کھانا لگانے کو کہا تھا۔ کھانے سے پہلے ڈائریکٹر کو فون نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کھانا کھاتے وقت ایک بار پھر عمران پر شدت سے فضا آیا۔ اگر مردہ کے پاس کوئی اہم

اطلاع تھی تو اسے کس پنس میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

جیسے جیسے کھانا ختم کر کے اس نے فون پر ڈائریکٹر کے نمبر ڈائل کئے۔ ڈائریکٹر موجود نہیں

تھا البتہ فون پر ہی اسے اس کا ریکارڈ کیا ہوا پیغام سنا دیا گیا جس کے مطابق سفارت خانے کے

فرسٹ سیکرٹری کو بھی کچھ دیر قبل اسی طرح ہلاک کر دیا گیا تھا جس طرح بجلی رات جزیہ موبار

میں پروفیسر ہارڈ میکس مارا گیا تھا پیغام کے آخر میں کہا گیا تھا کہ کیپٹن فیاض فرسٹ سیکرٹری کی

رہائش گاہ پر پہنچ جائے۔ ریسپونڈ کریل پر بلا کر فیاض نے نہ اسامہ بنایا تھا۔

فرسٹ سیکرٹری کی لاش دیکھ کر پروفیسر میکس کی لاش کیوں نہ یاد آجاتی جب کہ اس کا

زخمہ بھی گردن سے باہر نکلا ہوا تھا۔

وہاں فیاض چونک پڑا۔ ٹھیک اسی وقت اس کے شعبے کے ڈائریکٹر نے بھی اسی چیز کی طرف

توجہ دلائی تھی فیاض دیکھ کر چونکا تھا۔

"شائد وہ جانے سے پہلے کسی کو فون کر رہا تھا۔"

"جی ہاں....؟" ریسپونڈ کریل سے پہنچے جھگے وہاں تھا۔ "فیاض بولا۔ لیکن وہ ڈائریکٹر سے یہ نہ کہہ سکا

کہ شاید فون پر آخری گفتگو اس نے خود اسی سے کی تھی اسے ابھی طرح یاد تھا کہ جب اس نے فرسٹ سیکرٹری کو فون پر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے متعلق اطلاع دی تھی تو دوسری طرف سے چند گھنٹی گھنٹی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سن سکا تھا۔

"اور سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ دونوں کیس بڑی مماثلت رکھتے ہیں۔" ڈائریکٹر نے پر نظر لگے میں کہا۔

"جی ہاں۔۔۔۔۔" فیاض نے ایک بار پھر لاش کو غور سے دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"تم نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔۔" فیاض بہر تن گوش ہو گیا۔

یہ بھی آٹھ بجے اس عمارت میں تھا تھے۔ سات بجکر چالیس منٹ پر سارے کمریلو ملازمین کو پھنسی دے دی تھی۔

وہ دونوں لاش والے کمرے سے باہر آگئے۔ اس وقت فکر پر نٹ سیکشن کا عملہ وہاں مصروف کار تھا۔

"پروفیسر کی لڑکی کہاں ہے۔۔۔۔۔" فیاض نے پوچھا۔

"شاید سفیر کی قیام گاہ پر۔"

"اس سلسلے میں بھی سفارت خانے والوں کا رویہ مشتبہ ہے۔"

"کیوں۔۔۔۔۔"

"وہ لوگ نہیں چاہتے کہ اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کی جائے۔"

"تو پھر تم نے اس سلسلے میں کیا کیا۔۔۔۔۔"

"کچھ بھی نہیں جناب۔۔۔۔۔ وہ میری تکلفی سے باہر ہے۔"

"قلعی نہیں۔۔۔۔۔ میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔" پشت سے آواز آئی۔ دونوں چونک کر مڑے۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

ڈائریکٹر تو خاموش ہی رہا لیکن فیاض نے ہاتھوں گولہ لگے میں پوچھا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"بہت دیر سے صبر کر رہا ہوں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ کس استحقاق کی بناء پر یہاں موجود ہو۔۔۔۔۔"

"کیا اس کے لئے ڈائریکٹر جنرل کی اولاد ہونا کافی نہیں ہے۔"

ڈائریکٹر کے ہونٹوں پر بے اختیار قسم کی مسکراہٹ نمودار ہوتے ہوئے رہ گئی۔ شاید وہ بڑی مشکل سے سنجیدگی برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اپنی زبان اس نے ابھی تک روکے رکھی تھی۔

"یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔۔۔" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کارڈ نکال کر فیاض کے چہرے کے قریب لے جاتے ہوئے کہا۔ "مافی آئینڈ پٹلی سر۔۔۔۔۔"

فیاض نے کارڈ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

"کیا ہے۔۔۔۔۔؟ میں بھی دیکھوں۔۔۔۔۔" ڈائریکٹر بولا اور فیاض نے عمران کو گھورتے ہوئے کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ڈائریکٹر کارڈ پر نظر دوڑاتا ہوا بولا۔

"اوہ تو۔۔۔۔۔ آپ وزارت خارجہ کے نمائندے کی حیثیت سے۔۔۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔۔۔" کمرے سے اخراج کے بعد سارے معاملات خارجہ علی خارجہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔" عمران نے بے حد مفہوم لہجے میں کہا۔

"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔"

"روزنامیکس کوئی الال نظر انداز کر دیا جائے۔"

"آپ کی اپنی رائے کے مطابق۔۔۔۔۔"

"جی نہیں۔۔۔۔۔ سر سلطان چاہتے ہیں۔"

"تمہارے یہ سر پرست فقیر رب دیناڑ جائیں گے۔" فیاض بول پڑا۔

"کیا بھروسہ ہے۔۔۔۔۔" ڈائریکٹر اسے گھورتا ہوا بولا۔ "آپنے کام سے کام رکھو۔۔۔۔۔" پھر وہ انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"افسروں کی ڈانٹ کھائے بغیر تمہارا کھانا ہی نہیں ہضم ہوتا۔۔۔۔۔" عمران ہنس کر بولا۔

"چلے جاؤ۔۔۔۔۔ ورنہ سر توڑ دوں گا۔"

"زیادہ اکرے کے تو کالیاں بھی کھا دوں گا۔"

"تم نے سر سلطان کا پیغام پہنچا دیا اب دفع ہو جاؤ۔"

"ایک بات کا خیال رکھنا تو پروفیسر کی لاش کے سلسلے میں نظر انداز کر دی گئی تھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔"

"اگر وہ کوئی جانور تھا تو اپنے دو چار بال اس لاش پر ضرور چھوڑ گیا ہو گا۔"

فیاض نے اسے غور سے دیکھا تھا اور سر کو کھینچی جنبش دے کر تیزی سے لاش والے کمرے

کی طرف مڑ گیا تھا۔



یہ اسرار و خانی کشتی اب قش بدر کے ایک الگ تھلک حصے میں نظر انداز تھی۔ رات کے ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اس وقت کشتی پر سفید قلم غیر ملکی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور غیر ملکی بھی اپنے محلے سے نہ تو سفید قلم ہی معلوم ہوتا تھا اور نہ غیر ملکی۔ اس نے گھیر دار شلووار کھنڈر کی تھی لمبی سی قمیض اور اونٹنی لونی میں شمال مغربی علاقے کا کوئی باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ چہرے کی رنگت بھی اصل کے مقابلے میں کچھ دلی دلی سی لگتی تھی۔ وہ کشتی کے مرشے پر کھڑا اس طرف اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے کسی کا حضور ہو کبھی کبھی ریڈیم ڈائسل والی دست و پا پر بھی نظر ڈالتا۔

ٹھیک پونے نو بجے ایک کتے نے کشتی سے کشتی پر چھلانگ لگائی اور غیر ملکی اودھ بوائے ... بوائے ... "ا" کہتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔ پھر وہ کتے کا پنا پکڑے ہوئے اسے کہیں میں لایا تھا۔ پانی کی بالٹی پر ٹوٹ پڑا۔ وہ اس طرح پانی پی رہا تھا جیسے کئی دن سے پیاسا ہو۔ غیر ملکی نے پوجیکٹر سے فلم کی ریل نکالی اور انجمن روم کی طرف چل پڑا۔ بوائٹر کی جہتی کھول کر فلم کو آگ میں جھونکا ہوا وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

کیمین میں واپسی پر اس نے کتے کو بالٹی کے قریب بے خبر سوتے ہوئے پایا۔

کپ بورڈ سے ایک یو سی اور گلاس نکال کر وہ وسطی میز کے قریب آ بیٹھا تھا۔ شراب نوشی آوے کھینٹے تک جاری رہی۔

پھر ایک بیہوشی سی لالچ کشتی کے قریب آ کر رکی اور اس پر سے تین دہائی آدمی کشتی پر حمل ہوئے۔ جیسے ہی وہ کیمین میں داخل ہوئے غیر ملکی اٹھ گیا۔ وہ تینوں مودبانہ کھڑے رہے۔

"میری روالگی کے بعد یہاں سے نظر اٹھاؤ۔" اس نے ان سے کہا۔

"بہت بہتر جناب ... ایک نے جواب دیا۔

کشتی کے مرشے پر پہنچ کر وہ لالچ میں اتر گیا اور فوراً ہی لالچ فرائے بھرتی ہوئی ایک طرف نقلی چلی گئی۔

وہ تینوں کیمین میں سوتے ہوئے کتے کو بغور دیکھے جا رہے تھے۔ دفعتاً ایک آدمی پہنچا ہوا۔ "نظر اٹھاؤ ..."

"اب کہاں جائیں گے ...؟" دوسرے نے پوچھا۔

"راشد جانے۔" تیسرے نے کہا۔

راشد انہیں گھورتا ہوا بولا۔ "اپنے کام سے کام رکھو ..."

"یار خفا کیوں ہوتے ہو۔"

"نہیں خواہ تو وہ سوال نہ کیا کرو۔۔۔۔۔ جہاں بھی جانا ہو گا تمہیں جانا ہی پڑے گا۔"

"یہاں جان جو حکم کام ہے۔"

"کیا مطلب ...؟" راشد کی بیخوشی تن گئیں۔

"کلب میں بچہ بھی نہیں ہوں کہ ان باتوں کا مطلب نہ سمجھ سکوں۔" اس نے سوتے ہوئے کتے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اخترا سے سمجھاؤ ...؟" راشد نے دوسرے آدمی سے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس قسم کے کام کرنے پڑیں گے۔"

"تم کیا بھل تو نہیں ہو گئے ہو راجو ...؟" اخترا اس کا شانہ بھنجوڑ کر بولا۔

"میں نے آج کے اعتبار میں اس شخص کی تصویر دیکھی تھی جسے کسی درختے نے مارا ... اور شاید کل صبح پھر کوئی تصویر دیکھوں ..."

"راجو ...؟" راشد حلق پھاڑ کر دہلا۔ چند لمبے اسے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "شاید

وہ ٹیلا لگ گئی ہیں۔ وہ دن یاد کرو جب تمہارے بچے فالتے کر رہے تھے اور میں نے تمہاری مدد کی تھی۔ اب ہر ماہ تمہارے گھر پانچ سو روپے پہنچ جاتے ہیں۔"

راجو نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ اخترا نے اس کو آنکھ ماری اور وہ بچھا ہونٹ اوتوں میں دبائے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"آنکھ میں اس قسم کے حوالے نہیں سننا چاہتا۔" راشد نے کہا اور انجمن روم کی طرف چلا گیا۔

"یہ قوفی کی باتوں میں کیا رکھا ہے۔" اخترا آہستہ سے بولا۔ "کلب تو بھینس ہی بچکے ہیں۔ چلو مگر اٹھاؤ ..."

کچھ دیر بعد کشتی حرکت میں آ گئی۔ اس وقت وہ تینوں ہی انجمن روم میں تھے۔ دفعتاً راشد نے اسی لے کر کہا۔ "میں سوتا چاہتا ہوں۔ تم کشتی موبار کی طرف لے چلو ..."

"ہاں ... ہاں جاؤ ...؟" اخترا بولا۔ "شدت سے غصہ آجائے تو بعد میں جھگڑ ہی معلوم ہوتی ہے۔"

راشد نے اسے تیز نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ کہے بغیر انجمن روم سے چلا گیا۔

"دلیا تو ختم ہو گیا جناب عالی۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" سلیمان نے لا پرواہی سے کہتے ہوئے جوزف سے سلسلہ کام جاری رکھا۔ "تین سروں والے سانپ کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟"

"بس کرو۔۔۔" جوزف جی بچ کر بولا۔ پھر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔

"کافی اور انڈیلوں جناب۔۔۔" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"مجھے معاف کرو پاس درتہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

اس کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہرا۔

"بد نصیب ہے۔۔۔" سلیمان غصہ سی سانس لے کر بولا۔

"وہ کس طرح جناب عالی۔۔۔"

"آپ جیسے بڑے آدمی کا آقا بننا پسند نہیں کرتا۔ کہہ رہا تھا کہ بٹھے کو پاس پر گھوڑا کا سایہ ہو جاتا ہے۔"

"گھوڑا۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔ میں سمجھا تھا شاید ہالی وڈ کی کسی اداکارہ کا نام ہے۔"

"تو پھر۔۔۔"

"کچھ لگا تین سروں والے سانپ کو کہتے ہیں۔"

"وہ تو میں خود ہی ہوں جناب عالی۔" عمران شرمیلے لہجے میں بولا "آپ کو کچھ اور چاہئے؟"

"گرسے رنگ والا سوٹ چاہئے۔ آج میٹنی شو دیکھنے جاؤں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔ میں ابھی پرپیس کئے دیتا ہوں۔"

"کوٹ کی جیب میں دس کا ایک نوٹ بھی رکھ دیجئے گا۔"

"لیکن میری جیب میں تو اس وقت صرف پانچ پیسے پڑے ہوئے ہیں جناب۔"

"مجھ سے ادھار لے لیجئے۔۔۔" سلیمان نے بڑی فراخ دلی سے کہہ دیا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔۔۔ کیا اب میں میز صاف کر دوں۔"

"تھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال بیل کا بزن دیا۔"

"ذرا دیکھئے تو کون ہے۔۔۔" سلیمان نے غرانت بنا کر کہا۔

"بہت بہتر جناب۔۔۔" عمران دروازے کی طرف بڑھ کر بولا۔

تھوڑا سا دروازہ کھولا اور پھر جلدی سے بند کر کے سلیمان سے کہا "یکیشین فیاض ہیں۔"

"اگر سے باپ سے باپ سلیمان اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر دو بجن کی طرف بھاگ لگا تھا۔

عمران نے دو پارہ دروازہ کھول کر یکیشین فیاض کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں داخل ہو کر فیاض نے گھورتی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کون تھا۔۔۔؟"

"کوئی بھی نہیں۔"

"تم نے بڑے ادب سے کسی کو میرے آنے کی اطلاع دی تھی۔"

"اگر۔۔۔" وہ تو میرے آج کے صاحب تھے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"سلیمان صاحب۔۔۔"

"کیا اس مت کرو۔۔۔ میں دیکھوں گا۔"

"گھر حاضر ہے سوچ فیاض۔ تلاشی کے دارت کے بغیر بھی تم تلاشی لے سکتے ہو۔"

فیاض نے اس پیشکش پر تکلف سے کام نہیں لیا تھا۔ قلیت کا کونا کونا پھان کر پھر نشست کے کمرے میں آ بیٹھا۔

"تمہیں خود بخود وہم ہو گیا ہے۔ دراصل میں بٹھے میں ایک بار عوام کا نام بننے کی پریکٹس کرتا ہوں۔ کیوں کہ بلا حساب میں لیڈری کرتے کارا دو ہے۔ فی الحال میرے قبضے میں دو عدد عوام ہیں۔ جوزف اور سلیمان۔"

خلاف معمولی فیاض کے پیر سے پر آشوبت کے آثار نہیں تھے۔ ایسا معلوم ہو چکا تھا جیسے عمران کی باتوں میں بڑے خلوص سے دلچسپی لے رہا ہو۔

"تو طرح کی عوام کچھ لو۔۔۔" عمران نے فیاض کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ ساری دنیا میں صرف دو قسم کے عوام پائے جاتے ہیں۔ سعادت مند عوام۔۔۔ اور احتیاج کرنے والے عوام۔۔۔ جوزف سعادت مند عوام کا نمائندہ ہے اور سلیمان احتیاج کرنے والوں کا۔ لہذا ابھی میں اس کے لئے ایک سوٹ پرپیس کروں گا۔ کیونکہ وہ آج میٹنی شو دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ رہا جوزف تو اس کی چوڑی اوچھڑ کر بھی تمہیں دکھا سکتا ہوں۔"

"میں منتظر ہوں کہ تم اپنی بات ختم کرنے کا اعلان کب کرتے ہو۔" فیاض مسکرا کر بولا۔

"سوال بات کا نہیں۔ کام کا ہے۔ اس کے منتظر رہو کہ کام کب ختم ہو جائیگا۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"اب دوپہر کا کھانا تیار کروں گا۔ تم جاؤ تو تم بھی دوپہر کا کھانا عوام ہی کے ساتھ کھا

کہتے ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"فلحہ کو صبح سے رات تک عوام کی خدمت کرتا رہتا ہوں۔ وہ تو گویا تم آگے ورت اس وقت سلیمان مجھ سے ایک پارچہ کافی کے لئے پانی گرم کرا تا۔ دو چہرے کھانے پر اس کی تنقیدیں سننی ہوں تو میری دعوت قبول کر لو۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کیا کر رہے ہو گے۔"

"مجبوری ہے۔" عمران مسمیٰ صورت بنا کر بولا۔ "لیڈری بہر حال کرتی ہے۔"

"آدی کب ہو گے۔"

"یہی سب سے مشکل کام ہے۔ اسی لئے تو لیڈری کی سو بھی ہے۔"

"خیر ختم کرو۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ تمہارا خیال درست نکلا۔" لاش کے آس پاس کچھ

بال ملے ہیں۔ اس وقت کی رپورٹ کے مطابق وہ کسی کتے کے بال ہیں۔"

"اس عمارت میں پائے جانے والے کسی کتے کے بھی ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ وہاں کتے نہیں تھے۔"

"اور سوہار کی اس عمارت میں بھی کتے نہیں تھے جہاں پروفیسر کی لاش ملی تھی۔"

"ہاں وہاں بھی نہیں تھے۔"

"جزیرہ سوہار کی اس عمارت اور یہاں شہر میں فرسٹ سیکرٹری کی قیام گاہ کے درمیان اتنا

فاصلہ ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں سمجھ جاؤ۔ یہ کوئی آوارہ کتا نہیں معلوم ہوتا اگر اتنا ہی خطرناک ہے تو اس کی عمرانی

کے لئے بھی دو چار آدی ساتھ رہے ہوں گے۔"

"ہاں اس کے امکانات پر غور کرتا رہا ہوں۔"

"کتنے چار غور۔" اچھا اب مجھے اجازت دو۔ ابھی کو قتل کے لئے مسالا جڑ رہا ہے۔"

"قتول میرے ساتھ چلتا ہے۔"

"تو ممکن۔ عوام کی اجازت حاصل کئے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکوں گا۔"

"مذاق کسی اور وقت پر اٹھاؤ گھو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میرے عوام۔"

"پلیئر۔۔۔ عمران۔" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ان دونوں سے اجازت دلو اور۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔"

"یقین کرو۔۔۔ اپنے خاتمے ہوئے دستور کا پابند ہوں۔ مجھے میں ایک دن ان دونوں کی خدمت میں نے اپنے اوپر فرض کر لی ہے۔"

"میری طرف سے اجازت ہے صاحب۔" دفعتاً سلیمان نے کمرے میں داخل ہوئے ہوئے کھلے خال کو چھپ کر ان دونوں کی بات چیت سنتا رہا تھا۔

"واقعی۔۔۔" عمران نے دوسرے چپائے۔

"ایک شرط کے ساتھ۔"

"شرط بھی ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"جی ہاں۔۔۔ دوس دوپے آپ مجھ سے ضرور قرض لیں گے۔"

"منظور۔" اچھا اب مسٹر جوزف کو بھی بلاؤ۔"

"وہ اپنے کمرے میں بیٹھا رو رہا ہے۔"

"کیوں۔۔۔"

"آسے کچھ کچھ یقین ہو چلا ہے کہ آپ۔۔۔" سلیمان نے کہتے ہوئے اپنی کھینچی کے قریب آگئی تھی۔

"بے چارے سعادت مند عوام۔" عمران کا لہجہ دردناک تھا۔

چند لمحے خاموشی رہ کر بولا۔ "اگر وہ میرے بارے میں ایسے خیالات رکھتا ہے تو پھر اس حق کی اجازت دو رکاز نہیں۔ میں بیل رہا ہوں کھینچ فیاض۔"

اس دوران میں کھینچ فیاض کے چہرے پر بے لاری کے آثار نظر آتے رہے تھے۔

کچھ دیر بعد فیاض کی گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی تھی۔ وہ خود اپنی اڑائی کر رہا تھا

اور عمران اس کے برابر ہی خاموش بیٹھا ہوا نقول کی طرح چاروں طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

"آخر سر سلطان کی طرف سے براہ راست اس قسم کی کوئی تجویز کیوں آئی۔" فیاض کچھ دیر

اور۔۔۔

"میرا خیال ہے کہ سر سلطان سبکی ہیں۔ روز ایکس زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی ہو لی۔"

ان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہائیں تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔"

”سر سلطان کی ہدایت کے مطابق میں نے لڑکی سے براہ راست پوچھ چکے تھیں کی۔ لیکن اس نے سفیر کو کچھ بتایا ہے۔“

”سو پرفیاض... میں نے تم سے صرف یہ پوچھا تھا کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔“

”تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔؟“

”چلو کہیں بیٹھ کر تمہارا کھیلیں۔“ عمران نے تجویز پیش کی۔

فیاض نے نیچا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔ عمران اسے شکلیوں سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ ”اگر تم مجھے کسی کارروائی شافقت کے لئے کہیں لے جا رہے ہو تو اس خیال سے باز آ جاؤ۔“

”اوہو... تو تم مجھ گئے۔۔۔؟“

”فیاض۔۔۔؟“

”ہوں۔۔۔ ہوں سن رہا ہوں۔“

”گاڑی نہیں روک دو۔۔۔؟“

”خوب۔۔۔ تو تمہیں یقین ہے کہ روزا میکس کا بیان ہے کہ صرف ایک مقامی آدمی پر وہ سفیر

”کیپٹن فیاض۔۔۔ سر سلطان کی اس ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ تم محض ضابطے کی کارروائی کرتے رہو۔“

”یہ بھی ضابطے کی کارروائی ہے۔ روزا میکس کا بیان ہے کہ صرف ایک مقامی آدمی پر وہ سفیر میکس سے ملنے آتا رہا تھا جس کا حلیہ پورے شہر میں صرف تم پر فٹ ہوتا ہے۔“

”سفیر نے تمہیں اس کا حلیہ بتایا ہے۔“

”ہاں۔“

”اور جب میں وہاں پہنچوں گا تو روزا کارروائی شافقت کے لئے پہلے سے موجود ہوگی۔“

”واقعی تم ٹھیک سمجھو۔“

”تو تم سفیر کو مطلع کر کے میرے پاس آئے ہو گے کہ کسی کو کارروائی شافقت کے لئے لے جا رہے ہو۔“

”میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ میں تم میرے ساتھ ہو گئے۔“

”جب پھر مجھے تو بالکل مزہ نہیں آئے گا۔“ عمران چپکے

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”یار۔۔۔ انہوں نے باتوں کا بھی کوئی مطلب ہوا کرتا ہے۔ چلو۔۔۔ جہان بھی چاہے لے چلو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

فیاض نے اسے شکلیوں سے دیکھا تھا پھر اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ گاڑی سفیر کی قیام گاہ کے پھاٹک پر پہنچی ہی تھی کہ خود سفیر پھاٹک کی طرف آنا نظر آیا۔ بدحواسی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی اور سانس پھولا ہوا تھا۔

”آفسیر۔۔۔ اودعائب ہو گئی۔“ سفیر ہانپتا ہوا بولا۔

اسے دیکھ کر یہ دونوں گاڑی سے نیچے اتر آئے تھے۔

”کب کی بات ہے۔۔۔؟“ فیاض نے پوچھا۔

”ابھی میں نے اسے بلوایا تھا جہاں مقیم تھی وہاں نہیں ملی۔“

”کوئی اور بھی تھا اس کے ساتھ۔۔۔؟“ فیاض نے پوچھا۔

”دو ملازم۔۔۔ دونوں اسی عمارت میں یہودش پرے لے گئے ہیں۔“

”اگر آپ اسے ہماری تحویل میں دے دیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا۔“

”کچھ کرو آفسیر۔۔۔ میں بڑی دشواریوں میں پڑ گیا ہوں۔“

”وہ دونوں ملازم کہاں ہیں۔۔۔؟“

”اسی عمارت میں۔۔۔؟“

”پتہ بتائیے۔۔۔ ہم دیکھ لیں گے۔۔۔؟“ فیاض بولا۔

سفیر نے اسے پتہ لکھوا دیا اور دونوں پھر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

”یہ سفیر ہے یا قلمی والد۔۔۔؟“ عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”کچھ نہیں۔۔۔ میرا وقت برباد کرنا ہے پھر۔۔۔؟“

”ذرا اس عمارت تک لو۔۔۔؟“

”چلو۔۔۔ چلو اب ان دونوں لوگوں سے بھی سرویس لے لیں گے۔“

کچھ دیر بعد گاڑی نازل خانہ کی ایک عمارت کے قریب رکی۔

”سو پرفیاض۔۔۔ عمارت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے کسی مانتے کو فون کرو۔۔۔؟“

ان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“

"قائد نے کی بات بتائی ہے۔"

"اوتھہ... یہاں فون کہاں سے کروں گا۔"

"اچھی بات ہے... تم مجھے یہیں چھوڑ جاؤ۔"

"تجربہ کیا جاتے ہو...؟"

"جی کہ عمارت میں داخل ہو گیا نہ ہوتا تھا ہمارا مسئلہ ہے میرا نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں خود ہی دیکھتا ہوں۔" فیاض ہنستا ہوا۔

"میں تمہیں اتنا احمق نہیں سمجھتا تھا۔"

"کیا مطلب...؟"

"کچھ نہیں... اسیر صاحب نے ازراہ عنایت اپنا آدمی تمہارے ساتھ نہیں بھیجا۔"

دونوں ملازمین بھی یہاں بیہوش پائے گئے تھے کم از کم سفیری کے کسی آدمی کے ذریعہ خبر لائی ہو۔

پا جاتے تھے۔"

"ہو سکتا ہے کوئی اندر موجود ہو...؟"

"اسیر صاحب نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔"

"آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو...؟"

"تمہاری خیریت...؟" عمران ہنسی سانس لے کر بولا۔ "اس لئے تاجچہ کا مشورہ یہ ہے کہ"

سیدھے اپنے دفتر بلاؤ اور وہاں سے سفیر کو فون کر کے کہو کہ ان دونوں ملازمین کو تمہارا..."

بھگوا دے۔"

فیاض سوچ میں پڑ گیا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

گازی دوبارہ اشارت ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔

"آخر سر سلطان...؟" فیاض کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"سر سلطان کی بات نہ کرو...؟" عمران بولا۔

"کیوں...؟"

"میں نہیں چاہتا کہ انہوں نے تم تک وہ بیہوش کیوں بھجوا دیا تھا۔"

"ہوں...؟" اچھا...؟" فیاض پر غور کیے میں بولا۔ "تو پھر میں ان دونوں ملازمین..."

لے کر خاموشی سے بیٹھ رہوں۔"

"تو جین پیچے معاملات کی تہہ تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔"

"لیکن تمہارے والد نامہ امیر کی زندگی بچ کر دیں گے۔"

"سر سلطان کا بیٹا مان کے گوش گزار کیا جا سکتا ہے۔"

"جنم میں بنا کے...؟" فیاض بیٹا کر بولا۔ "دورانوں سے پوری نیند کو ترس رہا ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر بار بار عقب نما آئینے کی طرف اٹھ رہی تھی۔

"فیاض... اگلے موڑ سے نکالو گاڑی۔"

"تک... کیوں...؟"

"موڑ... موڑ...؟"

فیاض نے جیل و جت کے بغیر اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ "آج ہی سارے"

بدلے گن گن کر لیتا۔"

"اب آئی غلی میں مڑ کر دوسری طرف نکل چلو...؟"

"اوہ...؟" فیاض عقب نما آئینے پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ "عقاب...؟"

"فکر نہ کرو... چلے چلو...؟"

گلی سے نکل کر وہ دوسری سڑک پر آ گئے۔ عقب نما آئینے میں نیلے رنگ کی دو کس و کین

اب بھی نظر آ رہی تھی۔

"اب کیا خیال ہے...؟" فیاض نے پوچھا۔

عقاب کا سلسلہ سفیری کو غلی سے شروع ہوا تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کل غلام ہو یا میں

رنگ قبر ہوں۔ جہذا مجھے ٹپ ٹاپ کے قریب اتار دیتا۔"

"اس سے کیا ہو گا۔"

یار عقل استعمال کرو... تمہارا عقاب مقصود ہوتا تو سفیری کو غلی تک پہنچنے سے پہلے گاڑی

دکھائی دیتی۔

"اچھا...؟" اچھا...؟" فیاض نے پوچھا۔

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ لیکن گازی عقاب کرتی رہی۔

ٹپ ٹاپ کے قریب فیاض نے گاڑی روک دی۔

دو کس و کین آگے لاہتی چلی گئی۔ کچھ دور جا کر وہ بھی رکی تھی۔

عمران گاڑی سے اتر کر فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا اور فیاض نے گاڑی آگے بڑھا دی لیکن دو کس

و کین جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

عمران نے سر کو خلیفہ سی جنبش دی اور کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس کا رخ عمارت کی بجائے پارکنگ شیلڈ کی طرف تھا۔ ایک ستون کی لوث میں دھک کر چٹان کی طرف دیکھنے لگا۔

پچھلے در بعد نئی گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتی نظر آئی۔
عمران اس پوزیشن میں تھا کہ عمارت کے صدر دروازے والی سمت کے علاوہ کسی طرف سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

گاڑی سے اترنے والا خیر مکی پی صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
عمران اسے دیکھ کر چونکا تھا پھر ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی تھی۔
آہستہ آہستہ ٹھہرا ہوا صدر دروازے کے قریب پہنچا۔ یہی تھوڑے سی فاصلے پر کھڑا شایہ ڈاکٹنگ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی اور آگے بڑھ کر ایسی حرکت کر بیٹھا جسے معمولی فصل رکھنے والا کوئی سراغ رساں بھی حکمت عملی تسلیم کر لینے پر مجبور ہوتا۔

اس نے پیسے سے مودبانہ پوچھا۔ ”کیا آپ کو ٹکائیز کی ضرورت ہے؟“
پیسے نے اسے غور سے دیکھا اور پر مسرت آمیز انداز میں اچھل پڑا۔
”تم کا بیڈ ہو۔۔۔“ اس کی چٹکتی ہوئی سی آواز پر ہال کے دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو گئے۔
”مکی ہال۔۔۔ جناب۔۔۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”میں قصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم خود ہی مجھ سے مل بیٹھو گے۔“ وہ عمران کا بازو پکڑ کر گرم جوشی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ ”اور۔۔۔ پہلے کچھ کھانی لیں میرے دوست تم میری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔“

وہ اسے کھینچتا ہوا ایک خالی میز کے قریب لایا۔
”بیٹھو۔۔۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔ ایسا معصوم چہرہ میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔“
عمران کسی سعادت مند بچے کی طرح اس کے کھینے پر عمل کر رہا تھا۔
پیسے نے ویٹر کو بازو کا کافی اور سیلڈ بیج کا آرڈر دیا۔

”میں صرف چائے پیتا ہوں۔“ عمران شرمیلے لہجے میں بولا۔
”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ ان کے لئے چائے لاؤ۔“
ویٹر کے پہلے جانے کے بعد وہ عمران کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”بہت دور سے تھا۔“

تغاقب کرتا چلا آ رہا تھا۔“
”مم۔۔۔ میرا تغاقب۔۔۔“ عمران نے اعتقاد انداز میں مزید کچھ کہنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”پہلے میری پوری بات سن لو۔“ مجھے ایک ایسے پیرے کی تلاش تھی۔“
”ایسے پیرے کی۔“ عمران نے اپنے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر سوال کیا۔

”ہاں۔۔۔ اتنی معصومیت میں نے کسی مرد کے چہرے پر نہیں دیکھی۔ دنیا کی بدترین اقوام سے میرا رابطہ رہا ہے۔ لیکن تم۔۔۔“
عمران کسی ناخبرچہ کار لڑکی کی طرح شرماتا رہا۔

”اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔“ پی کا جوش اور اضطراب بڑھتا چلا رہا تھا۔ کچھ کہتے کہتے رک کر اس نے اپنا ٹیگلا ہونٹ دانتوں میں ڈال لیا اور عمران کو شوخ نظروں سے دیکھتا رہا۔
عمران سر ہٹا کر دیکھا تھا۔ آخر پیسے نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”اب میں تمہارے فائدے کی بات کہوں گا۔“

”مم۔۔۔ میرے فائدے کی۔“ عمران ہونٹوں کی طرح سر اٹھا کر بولا۔
”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا کرتے ہو۔۔۔؟“
”آج کل تو بیکار ہوں اس سے پہلے کمیشن اکٹھا کرتا تھا۔“
”کس چیز کی انجینی تھی۔۔۔؟“

”یہ نہ پوچھو۔۔۔ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔“
”شرم کی بات ہے۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ شاید اس سے بہتر کوئی کام تمہارے لئے تلاش کر سکوں۔“
”دراصل میں پولیس انفارمر ہوں۔“
”ہوں۔۔۔ آؤں۔۔۔“ وہ بے توجہ لہجے میں بولا۔ ”عام لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔“

ایسے لوگوں کو۔۔۔“
”اسی لئے تو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔“
”خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ تم میری تجویز سنو گے تو اچھل پڑو گے۔“
اسے میں ویٹر طلب کی ہوئی اشیاء لے آیا۔

عمران چائے دانی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے قبل کی ساری گفتگو اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ گئی ہو۔ جلد سے جلد پیالی میں چائے انڈرل لینا چاہتا تھا۔
”اب میں تمہیں اپنے پارے میں بتاتا ہوں۔“ پیسے نے سینڈویچ پر سانس لگاتے ہوئے کہا۔

"ضرور... ضرور...!"

"میں ہالی ووڈ کے ایک بہت بڑے فلمی ادارے کا نمائندہ ہوں۔"

"اور... جب تو تم نے صوفیہ لوہرین کو بھی قریب سے دیکھا ہو گا۔" وہ فتح عمران چمک کر بولا۔

"کیوں نہیں... کیوں نہیں!"

"کیسی لگتی ہے...؟" عمران نے شرم آلود غصے سے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جب اس میں کیا رکھا ہے...؟" یہی نے بڑاری سے کہا۔

"نہیں ایسا نہ کہو... وہ ہمیشہ اچھی لگتی رہے گی۔"

"کیا تم اسے قریب سے دیکھنا چاہتے ہو...؟"

"میرا ایسا مقدور کہاں...؟"

"جب تو تم جتنی میری تجویز سن کر اچھل پڑو گے۔"

"اے تو بتاؤ...!"

"ہمارا ادارہ امن کے موضوع پر ایک فلم بنانا چاہتا ہے۔ لہذا اس کے نمائندے معصوم

پروں کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔"

"جتنی جلد...؟" عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"ہاں اور اب تم مجھے بتاؤ کیا یہ پیشہ اپنے لئے مناسب سمجھتے ہو۔"

"ہائے... میں تو سچین ہی سے فلمی ہیر و پیر کے خواب دیکھتا رہا ہوں۔"

"بس تو میں تمہاری متحرک تصویروں کی ایک ریل تیار کر کے چلی فلائٹ سے ہالی ووڈ

دوں گا۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں تمہارے دوست ہوں۔"

"یہاں تو قہر لگایا۔ چند لمبے ہنستا ہوا پھر بولا۔" ابھی تمہیں یقین آ جائے گا۔"

"تھوڑی دیر بعد ہی نے ویٹر کو طلب کر کے ہل کی قیمت ادا کی اور وہ دونوں اٹھ کر باہر آئے۔

گازی کے قریب پہنچ کر یہی نے عمران کے لئے اعلیٰ نشست کا دروازہ کھولا۔ پھر دوسری

طرف سے ٹو دو بھی بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

"مجھے اپنے گھر لے چلو۔" اس نے چنانچہ سے گازی نکالتے ہوئے کہا۔

"ضرور... ضرور... لیکن آج کل میرے حالات بہت خراب ہیں۔ وہ دوست

ملازمین کو بخولا نہیں دے گا۔ اس لئے اب مجھے ان کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔"

"کیا مطلب...؟"

"ان کیلئے کھانا اور ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے جب تک تجھ کو روانہ کروں اس طرح زندگی بسر ہوگی۔"

"کیا یہ تمہارے ملک کا قانون ہے...؟"

"نہیں یہ... یہ آپس میں سمجھوتے کی بات ہے...!"

"فطرتاً بھی معصوم ہی لگتے ہو...؟" یہی غصے سے بولا۔ "میرا حال اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

میں تمہارے گھر ضرور چلوں گا۔ ریل تیار کرنی ہے تاکہ آسمانیں وہاں بھی لوں گا۔"

کسی قدر ہچکچاہٹ ظاہر کرنے کے بعد عمران اس پر تیار ہو گیا تھا۔

قلیت مقفل ملا۔ شاید سلیمان جوزف کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ کہیں لے گیا تھا۔

ایک کتنی عمران کی سب میں بھی موجود تھی لیکن وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "مجھے

بے حد افسوس ہے مسٹر... وہ دونوں کسی طرف نکل گئے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اور کہیں پھلتے ہیں۔" یہی نے کہا یہی نے عمران کو خلیفہ کے دروازے

کے قریب کھڑا کر کے ایک بار کمرہ چلایا تھا۔

پھر وہ پارہ پیچے آئے اور یہی نے سڑک کی دوسری جانب سے بلند تک کی تصاویر بھی لیں۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" اُن وقت عمران بڑبڑایا۔

"کیا مطلب...؟"

"اقتاب کو دیکھا لیکن ابھی تک نہ تم نے اپنا نام بتایا اور نہ میرا نام جاننے کی کوشش کی۔"

"ناموں میں کیا رکھا ہے میرے دوست...؟" یہی بولا۔ "نام ہی تو ہمیں ایک دوسرے

سے بہت دور کر دیتے ہیں۔ تم میں ہو... اور... میں تم ہوں۔"

"کیا اب ہم فلم سے لٹنے کے دور میں داخل ہو رہے ہیں۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ختم کرو... چلو بیٹھو گاڑی میں... تم مجھے ولیم کہہ سکتے ہو...!"

"میں عمران ہوں...!"

دونوں نے اعمتوں کی طرح ہنستے ہوئے ہاتھ ملائے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ "اب تم مجھے اپنی

گھر فریڈ کے پاس لے چلو۔" یہی نے عمران سے کہا۔

"اگر ضمانت چاہے ہو تو کسی بینکر کے پاس لے چلوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر

کہا۔ "گھر فریڈ ہے چاری اس سلسلے میں کیا کر سکے گی۔"

"نہایت کی ضرورت نہیں۔ لڑکیوں کے ساتھ تمہارا رویہ بھی فلتانا چاہتا ہوں۔"

"میرا سر سے کوئی رویہ ہی نہیں ہوتا۔ البتہ لڑکیوں کا رویہ ساؤنڈ ٹریک کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"گالیاں دیتی ہیں اگر قریب سے بھی گزر جاؤں۔"

"پھر بھی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے آج تک کسی لڑکی نے لٹ ہی نہیں دی۔"

"حالانکہ بڑی سلسلے اچل رہے ہوں۔"

"شکریہ۔" عمران شرمہا کر بولا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ چلو میں تمہیں ایک لڑکی کے پاس لے چلتا ہوں۔"

"کتنی دیر میں دوست بن جائے گی۔۔۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"یہ تمہاری اپنی صلاحیت پر منحصر ہے۔"

"اگر اس کا انحصار مجھ پر ہوگا تو پھر تم اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"لڑکیوں کے قریب پہنچنے ہی میری گرامر بہت کمزور ہو جاتی ہے۔"

"لڑکیوں سے ڈرتے ہو۔۔۔؟" وہ فہم بڑا۔

عمران نے شرمہا کر سر جھٹکالیا۔

"میں نے سنا تھا کہ تمہارے ملک میں اب بھی شرمیلی عورتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن تم۔"

تم شاید ان سے بھی زیادہ شرمیلے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ پہلی ہی فلم میں انڈیا بن جاؤ گے۔ مغرب

کی لڑکیاں تم جیسے پر جان دیتی ہیں۔"

"تب تو مشکل ہے۔۔۔؟"

"کیا مشکل ہے۔۔۔؟"

"لڑکیوں کی بات نہ کرو۔"

"تمال ہے۔"

کاؤزی تیز رفتاری سے ساطلی علاقے کی طرف چلی جا رہی تھی۔ باآخر ایک عمارت کے

سامنے رکی۔

"اترؤ۔۔۔؟" یہی بولا۔ عمران خوشی سے اتر گیا۔ یہی اسے عمارت کی طرف دیکھتا ہوا

بولا۔ "چلو یہاں ایک ایسی لڑکی رہتی ہے جو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔"

"وو۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔۔ دوست۔۔۔؟" عمران ہانپ کر رہ گیا۔

"یہی نے قہقہہ لگایا۔" اور اسے دیکھتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتے لگا۔

کال شا کاٹن دبانے پر کسی نے اندر سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ دونوں طویل راہداری سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

دروازہ کھولنے والا بھی یہی ہی کی طرح سفید فام تھا اور اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے

یہی کے مقابلے میں کتر حیثیت رکھتا ہو۔ یہی نے اس سے کہا۔ "لڑکی کو ادا۔"

وہ چلا گیا اور یہی نے عمران سے پوچھا۔ "کون سی پیتے ہو۔۔۔؟"

"ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔" عمران شرمہا کر بولا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"ہمارے یہاں کنوارے شادوؤں کو ہی پیتے ہیں۔ شادی کے بعد البتہ غم نکال کرنے کے لئے

پینی پیتی ہے۔"

"تو اس مت کرو۔۔۔؟" دفعتاً یہی کا لہجہ بدل گیا۔

"اچھی بات ہے۔" عمران نے رعایت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو۔۔۔؟" یہی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میرے علاوہ اس بھری پڑی دنیا میں تمہیں ایک بھی احمق نہیں ملے گا۔" عمران نے غم ناک

لہجے میں کہا۔

دفعتاً ایک لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔ لیکن عمران پر نظر پڑتے ہی اس طرح ٹھٹھک گئی

جیسے غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

یہی اسے دیکھ کر اٹھا نہیں تھا۔ وہ کبھی عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی لڑکی کی طرف۔ دفعتاً

کسی کھٹکے سے کی طرح غرا گیا۔ "کیا یہی آدمی پروفیسر سے ملتا تھا۔۔۔؟"

"جیسی تو۔۔۔؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی۔

"تم جیوت بول رہی ہو۔"

"بہت دھرمی کا کوئی علاقہ ہی نہیں۔" لڑکی نے اپرواہی سے کہا۔

"تم نے یہی حلیہ ڈالیا تھا۔"

"میں نے کیا تھا کہ ایک خوب صورت سانچہ جو ان تھا لیکن بالکل بے وقوف لگتا تھا۔"

"یہ ایک پولیس انفارمر ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔"

عمران حیرت سے منہ چھڑے کبھی روزا میکس کی شکل دیکھتا تھا اور کبھی پٹی کی۔

"تم ہلو۔۔۔" وہ فلتا پٹی ریو اور نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کرتا ہوا ہوا۔ "کیا تم اس

لڑکی کو پہچانتے ہو۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ میں کسی پانچل کے پیکر میں پڑ گیا ہوں۔" عمران نے خوف زدگی ظاہر

کرتے ہوئے کہا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ لڑکیاں مجھے منہ لگانا پسند نہیں کرتیں میری کسی لڑکی

سے دوستی نہیں لیکن تم یہ قصہ نکال بیٹھے۔"

"تم پولیس انفارمر ہو۔۔۔"

"یہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں اور اس وقت بھی ایک پولیس آفیسر ہی کی گاڑی سے آؤ

کر ٹپ ٹاپ میں داخل ہوا تھا۔"

"تو اسی آفیسر کے لئے تم پروڈیوسر میکس سے ملے رہے تھے۔"

"پروڈیوسر میکس۔۔۔؟" عمران کچھ سوچتا ہوا ہوا۔ "نہیں یہ نام سنا تو ہے۔ میرے خدا تو یہ وہ

لڑکی ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"آہا۔۔۔ تم نے ابھی اس کا نام روزا میکس ہی تو لیا تھا۔"

"ہاں۔۔۔ تو پھر۔۔۔؟"

"اُس آفیسر کو اسی لڑکی کی تلاش تھی۔"

"تم اتنے اطمینان سے گفتگو کر رہے ہو جیسے یہاں سے زندہ واپس جاسکو گے۔"

"لگ۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟" عمران کی آواز کی ایک پابست فطری معلوم ہو رہی تھی۔

"تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکتے علی عمران۔۔۔ اور نہ مجھے بے وقوف بناسکتے ہو۔"

"حت۔۔۔ تو۔۔۔ وہ فلم کتنی والی بات۔۔۔"

"تو اس بند کرو۔"

"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ یہ ریو اور وہ ہیں رکھ لو جہاں سے نکلا تھا۔ مجھ پر اس کا رعب نہیں پڑ سکتا۔"

میں نے ابھی ابھی اپنا موجودہ پیش ترک نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ صوفیہ اور بین جانے جہنم میں۔"

"گیارہ۔۔۔؟" پٹی نے ریو اور کارن بدستور عمران کی طرف کئے ہوئے کسی کو آواز دی۔

روزا میکس نے اسامہ بنائے سیت کی طرف دیکھے چارہ تھی لیکن پٹی کی آواز پر روزا

کی جانب متوجہ ہو گئی۔ وہی آؤی کمرے کے اندر داخل ہوا جس نے کچھ دیر قبل روزا میکس کو

کمرے میں پکڑا تھا۔

"اس آؤی کے ہاتھ جو باغہ دو۔۔۔؟" پٹی نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" عمران نے پٹی سے کہا۔

"پروڈیوسر کس کا مہمان تھا۔۔۔؟" پٹی نے کہا اور ہاتھ اٹھا کر آؤی کو روک دیا جو عمران کی

طرف بڑھ رہا تھا۔

"سنو دوست۔۔۔ لیکن کسی پروڈیوسر سے واقف نہیں ہوں اور اس لڑکی کو ابھی میں نے پہلی

بار دیکھا ہے۔"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ تم ہی آؤی کے ڈائریکٹر بننے کے بیٹے ہو۔"

"یہ بالکل درست ہے۔"

"اور تم ایک خطرناک آؤی ہو۔"

"یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ آوارہ ضرور ہوں۔ اسی لئے باپ سے تعلقات خراب ہو گئے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔"

"بس تو پھر یہ کیل ختم کرو۔"

"پولیس نے روزا میکس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کیوں نہیں کی تھی۔"

"پولیس انفارمر صرف ان لوگوں کو اطلاعات فراہم کرتا ہے ان کے رازوں سے واقف

نہیں ہو سکتا۔ اتنی عقل تو تم بھی رکھتے ہو۔"

"تو پھر اب میں تمہارا کیا کروں۔۔۔؟" پٹی جھنجھکا کر ہوا۔

"بہت دیر بعد کوئی عقل مندی کی بات کی ہے۔" عمران سر ہلا کر ہوا۔ "بسا اوقات میں

"سروں کے لئے بھی کام کرتا ہوں۔ لیکن معاوضہ معمولی نہیں ہوتا۔"

"اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ پولیس نے روزا میکس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کیوں نہیں

کی تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکوں گا۔ اب مجھے پتا آیا شاید یہ اسی غیر ملکی کا قصہ ہے جسے

تمہاری ایک عمارت میں کسی درندے نے ختم کر دیا تھا۔"

روز اور پکی دونوں عمران کو گھورے جا رہے تھے کچھ دیر خاموشی رہی پھر پکی نے آدھی سے بولا۔ "لڑکی کو لے جاؤ۔"

روزانہ اسامہ نہانے ہوئے خود ہی وردہ اڑے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہاں اب بات کرو۔" پکی ان کے چلے جانے کے بعد بولا۔

"میں کیا کروں۔۔۔ بات تو تمہیں کرنی ہے۔"

"نہیں تم ہی بتاؤ کہ مجھے اس سلسلے میں تم سے کیا کہنا چاہئے۔" پکی اس کی آنکھوں میں دیکھا ہوا بولا۔

"تم نے میری ساری خوشیاں خاک میں ملا دیں۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر گہرے غم کا اثر تھا۔

"ویسے۔۔۔ اچھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔"

"تم جو کچھ بھی جانتے ہو میں اس کی تردید نہیں کروں گا۔" عمران بدستور غم ناک لہجے میں بولا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اپنی موجودہ زندگی سے تنگ آیا ہوں۔ تبدیلی چاہتا ہوں۔

لیکن تم نے بھی دھوکہ دیا۔ مجھے چھانسنے کے لئے اس قسم کا جال پھیلائیے۔"

"فضول باتیں ختم کرو۔۔۔ پکی چیخ کر بولا۔

"اب نہیں بولوں گا۔۔۔ جو جی چاہے کر لو۔"

"تم مجھے بتاؤ کہ پروفیسر میکس حقیقتاً کس کا مہمان تھا۔"

"دو ہزار روپے لوں کا اور دو دن بعد بتاؤں گا کہ کس کا مہمان تھا۔"

"نیکو اس مت کرو۔"

"تم آدمی ہو یا زبان چلانے کی مشین۔"

"میں دوسروں کو مار دینے کی بھی مشین ہوں۔"

"اچھی بات ہے تو پھر کرو فائر۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹہ جاؤ۔۔۔ اور نہ ہی جھج جھج۔"

"مگر فائر۔" عمران دہکاؤ۔

"نیکو تمہارا سامع خراب ہو گیا ہے۔"

"تم اول درجے کے گدھے ہو۔ تمہیں دھمکانا بھی نہیں آتا۔"

"نیکو اس بند کرو۔"

"فائر کرو۔۔۔" عمران پھر چیخا۔

"بیٹہ جاؤ۔"

"نہیں بیٹھوں گا۔۔۔ تم فائر کرو۔"

"میری بات سنو۔" پکی آنکھیں نکال کر فریاد۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ اب وہ لاکھ میں بھی تمہارا کام نہیں کروں گا۔"

ٹھیک اسی وقت کمرے میں ایک اور آدمی داخل ہوا جسے دیکھتے ہی پکی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔۔۔ ریوالبور جیب میں رکھ لو۔۔۔" آنے والے نے سر دھجے میں کہا۔

پکی نے خوف زدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

عمران نوادہ کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھتے جا رہا تھا کچھ جیب طبع تھا اس کا۔۔۔ تھا تو غیر ملکی لیکن سر اور چہرے پر نام کو بھی پال نہیں تھے۔ بیٹھوں تک صاف تھیں۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر علی عمران۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔ "بیٹہ جاؤ۔"

عمران حقیرانہ انداز میں ٹپکیں پھپکاتا ہوا بیٹھ گیا۔

"اور تم باہر جاؤ۔" نوادہ نے پکی کو مخاطب کر کے سخت لہجے میں کہا۔ وہ چپ چاپ کمرے سے چلا گیا۔

"میرا نام بکسر ہے۔۔۔ ڈیوڈ بکسر۔"

"بڑی خوشی ہوئی مل کر۔" عمران نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ کس طرح تمہیں یہاں تک لایا تھا۔"

"نیکو نہیں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر اس نے پوری کہانی دہرا دی۔

"میں تم سے ملنا چاہتا تھا۔" بکسر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن اس طرح نہیں۔"

اس بد تمیز نے گھٹیا طریقہ اختیار کیا جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔"

"نیکوئی بات نہیں۔۔۔ سب چلا ہے۔" عمران غصے میں بولا۔

"میں تم دونوں کی گفتگو سنتا رہا ہوں۔ تم واقعی بہت دلیر آدمی ہو۔"

"نیکوئی خاص دلیر بھی نہیں بس اس کی ہمت دھری پر غصہ آگیا تھا۔"

"خیر۔۔۔ میں کو شش کروں گا کہ اس کا ازالہ ہو جائے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ میں۔۔۔"

"ایک منٹ....!" بکسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "پہلے میری پوری بات سن لو۔"

"اچھی بات ہے۔"

"سگریٹ.....!" بکسر نے سگریٹ کیس عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں شکریہ.....! میں سگریٹ نہیں پیتا۔"

"خیر..... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لو کہ پروفیسر میکس یا سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کی اموات کا تعلق ہماری ذات سے نہیں۔"

"چلو تسلیم کر لیا۔"

"روزنامیکس سے بھی ہم صرف اتنا معلوم کرنا چاہتے تھے کہ پروفیسر حقیقتاً کس کامیاب تھا لیکن وہ نہیں بتا سکی۔"

"میں نے کہا تھا کہ اگر میں کو شش کروں تو معلوم کر سکتا ہوں۔ صرف دو ہزار۔"

"میری طرف سے چار ہزار کی پیش کش ہے مسٹر علی عمران۔"

"اور دو دن کی مہلت۔"

"منظور.....! دوسری بات.....! روزنامیکس کو متعلقہ لوگوں تک پہنچانا بھی تمہاری ہی ذمہ داری ہوگی۔ اس کے لئے مزید ایک ہزار دو دن کا۔"

"یعنی مجموعی طور پر پانچ ہزار۔" عمران بے حد مسرور ہوتا ہوا بولا۔

"پانچ ہزار.....! اور ڈھائی ہزار میں جسیں ابھی دے سکتا ہوں۔ لیکن روزانہ کو تم کہاں پہنچاؤ گے۔"

"سفارت خانے۔"

"نہیں۔"

"کیپٹن فیاض.....! یعنی کہ وہ آفیسر جو اس کیس کی تفتیش کر رہا ہے۔"

"وہ بھی نہیں۔"

"تو پھر.....؟"

"تم اسے اپنے باپ رحمان کے پاس لے جاؤ گے اور ان سے کہو گے کہ دیوڈ بکسر کی طرف سے معذرت کے ساتھ۔"

"کیا وہ تمہیں جانتے ہیں.....؟"

"یہاں مسٹر رحمان کے علاوہ مجھے اور کوئی نہیں جانتا۔"

"اچھی بات ہے.....! تو نکالو جلدی سے ڈھائی ہزار۔"

"تم نہیں ٹھہرو.....! میں ابھی آیا۔" بکسر اٹھتا ہوا بولا۔

عمران کمرے میں تہوار گیا۔ چھت کی طرف دیکھ کر اس نے آنکھ ماری اور آہستہ آہستہ سر کھپانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد بکسر واپس آیا۔ روزنامیکس اس کے ساتھ تھی۔

"ڈھائی ہزار.....!" ٹوٹوں کی گندی عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اور وہ گاڑی بھی استعمال کر سکتے ہو جو باہر کھڑی ہے۔"

ٹوٹ لے کر عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھے اور چہرے پر گہرے غم کے آثار پیدا کر کے بولا۔ "پھر وہ گاڑی کہاں واپس کی جائے۔"

"گاڑی بھی تم ہی رکھو.....!"

"بہت بہت شکریہ.....! دو دن بعد تم سے کس طرح رابطہ قائم کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ مجھ پر اس حد تک اعتماد کر سکو گے کہ اسی عمارت میں بیٹھے رہوں۔"

"تم بہت سمجھ دار ہو علی عمران.....!" وہ عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑا۔

"چلو.....!" عمران روزانے بولا۔

"اب مجھے کہاں جانا ہوگا.....؟" روزانے لا پرواہی سے پوچھا۔

"میں بتاؤں گا.....!"

وہ باہر نکلے.....! نیلی دو کس ویکن اب بھی وہیں موجود تھی جہاں پہلے کھڑی تھی۔ انکیشن میں کبھی بھی گئی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

روزانے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ عمران نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کی نظر عقب نما آئینے کی طرف تھی جب ابھی طرح وہ المینا کرچکا کہ عقاب نہیں کیا

جدا ہوا تو اس نے گاڑی ایک جگہ روک دی اور ہونٹوں پر اٹھی رکھ کر ایک بار پھر روزانہ کو خاموش رہنے کی تاکید کرتا ہوا نیچے اتر اور گاڑی کا دروازہ اچھی احتیاط سے بند کیا کہ آواز نہ ہونے پائے۔ انجن بند

نہیں کیا تھا۔ روزانہ کی جانب کا دروازہ کھول کر اسے بھی نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسے گھورتی ہوئی گاڑی سے اتر آئی۔ پھر گاڑی وہیں چھوڑ کر عمران اسے بیدل ہی ایک جانب لے چلا تھا۔

"تم نے گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا۔" روزانہ کچھ دیر چلنے کے بعد سخت لہجے میں بولی۔

"نکرنہ کرو.....! پلتی رہو.....! ورنہ پھر کسی دوسری مصیبت میں پڑو گی۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ کیا میں نے تمہیں اس سے رقم وصول کرتے نہیں دیکھا تھا۔"

"اٹھیمان سے بتاؤں گا۔ فی الحال مجھ سے کسی مسئلے پر ایسے کی کوشش نہ کرو۔"

"مجھے کسی مسئلہ کی پروا نہیں ہے۔ چلو کہاں چلتے ہو۔"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ دوسری سڑک پر آگئے تھے۔ یہاں جلد ہی ان کو ایک خالی ٹیکسی مل گئی تھی۔

"بس چلتے رہو۔۔۔۔۔" عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"بہت اچھا صاحب۔۔۔۔۔" وہ پر معنی انداز میں مسکرایا تھا۔

"اگر تم مجھے پہچان لیتیں تو پتہ کیا ہوتا۔" عمران نے روزا سے کہا۔

"مجھے کچھ جاننے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔! ویسے مجھے احساس تھا کہ اگر انہوں نے میری

آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک دیکھ لی تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن میں تم سے یہ

ضرور پوچھوں گی کہ تم میرے باپ سے کیوں ملتے رہے تھے۔"

"پروفیسر سے میری بہت پرانی جان پہچان تھی۔ یہاں آنے سے قبل انہوں نے جبرالٹر سے

مجھے خط لکھا تھا۔"

"لیکن ڈیڈی نے بھی مجھے تمہارے متعلق نہیں بتایا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ پروفیسر کی بیٹی ہونے کے باوجود بھی تم پروفیسر کو نہیں جانتی تھیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔؟"

"پروفیسر غیر ضروری باتیں نہیں کرتے تھے۔ تم بھلا ان کے کہتے جانے والوں سے واقف ہو۔"

روزا کچھ نہ بولی۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا۔ "تم ان لوگوں کے ہاتھ کیوں کر

ملی تھی۔"

"میں نہیں جانتی کہ اس عمارت تک کیسے پہنچی تھی۔ پچھلی رات جس عمارت میں سوئی تھی

وہ کوئی دوسری تھی۔"

"اس عمارت میں تمہارے علاوہ کون تھا۔۔۔۔۔؟"

"وہ ملازم تھے۔۔۔۔۔ اور میں تھی۔"

"کیا سنیئر اپنے خاندان والوں کے ساتھ تمہیں نہیں رکھ سکتا تھا۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔۔۔! روزا نے نہ اسامہ بنا کر شانوں کو جنم دیا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر

پھر بولی۔ "مجھے یہی نہیں معلوم کہ ڈیڈی کی یہاں کیوں آنے تھے۔ ان لوگوں کی باتوں سے اندازہ

ہوا کہ وہ سفیر کی بجائے کسی اور کے مہمان تھے۔"

"یہ تو انہوں نے مجھے بھی نہیں بتایا تھا۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔



رحمان صاحب کی میز پر رکھے ہوئے انٹرومنٹ میں سے ایک کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے

ریسیور اٹھایا۔ لیکن دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر ان کی بیٹھائی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"کیا بات ہے۔۔۔۔۔؟" انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

بزولہ روزا میکس کو لے گئے تھے میرے توسط سے آپ تک اسے پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"کون لوگ لے گئے تھے۔۔۔۔۔؟"

"کیا ڈیڈی بکسر نامی کسی شخص سے آپ واقف ہیں۔"

"کیا بکس ہے۔ میں نے تم سے روزا میکس کے انوائٹمنڈ گان کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"وہی عرض کر رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ڈیڈی بکسر نامی ایک شخص نے

اسے میرے حوالے کر کے آپ تک پہنچانے کی درخواست کی تھی۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔"

"میں سے۔۔۔۔۔ مطلب یہ کہ شہر ہی سے۔"

"لڑکی اس وقت کہاں ہے۔۔۔۔۔؟"

"میرے ساتھ۔"

"اسے کیپٹن فیاض کے حوالے کر کے یہاں آ جاؤ۔"

"یہ ناممکن ہے آپ تک پہنچانے کے عوض ڈیڈی بکسر نے مجھے ایک ہزار روپے دیے ہیں۔"

"تمہارا ادماغ تو نہیں پھل گیا۔۔۔۔۔!"

"یقین کیجئے۔۔۔۔۔! اس وقت مبلغ ڈھائی ہزار روپے میری جیب میں موجود ہیں ایک اور کام

کے عوض مبلغ چار ہزار ملے ہوئے ہیں۔"

میں مگر جا رہا ہوں فوراً وہیں پہنچوں۔ رحمان صاحب نے کہا کہ ریسیور گریڈل پر رکھ دیا۔

آفس سے نکل کر وہ گاڑی میں بیٹھے اور انہیں گھر تک پہنچنے میں سات یا آٹھ منٹ سے زیادہ

بیس لگے تھے۔

پچانک کے قریب ایک ٹیکسی کھڑی نظر آئی جس میں عمران ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ

بیٹھا ہوا تھا۔

رحمان صاحب کی گاڑی دیکھ کر چونک کر اترنے پچانک کھول دیا اور رحمان صاحب عمران کو انا

آنے کا اشارہ کرتے ہوئے گاڑی کیپاؤں میں لیتے چلے گئے۔ آج وہ خود ہی ڈرائیو کر رہے تھے۔ شاید ڈرائیور چھٹی پر تھا۔

"ہم تو سب آپ کو پہلے ہی بلاتا تھا۔ اندر آ جاؤ۔" چوکیدار عمران کی طرف دیکھ کر کھٹکھٹایا۔
 "فکر نہ کرو..... اسب ٹھیک ہے....." عمران نے بلیکسی سے اترتے ہوئے کہا۔ کرایہ دار
 کے روزامیکس کو ساتھ لے ہوئے کپڑوں میں داخل ہوا۔

کچھ دیر بعد رحمان صاحب الابرہری میں بیٹھنے اس کی کھال اوجھڑ دیتے کے امکانات پر غور کر رہے تھے اور عمران مسمیٰ صورت بنائے کبھی ان کی طرف دیکھتا تھا کبھی روزنامیکس کی طرف۔
 ”لاؤ..... وہ روپے نکالو.....“ رحمان صاحب نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ عمران کی پوری کہانی وہ سن چکے تھے۔

عمران نے خوتوں کی گڈی جیب سے نکال کر ان کے قدموں میں ڈالتے ہوئے کہہ "میری پہلی کمائی۔"

”کیوں اس بند کرو...؟“ انہوں نے گڈی اشاکر میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اور وہ گاڑی کہاں ہے؟“

”میں اسے پچھم روڈ کے چوراہے کے قریب چھوڑ آیا ہوں۔“

”کیوں...؟“

”اس لئے کہ اس میں ٹرانس میٹر اور سمت نما دونوں ہی خوف ناک چیزیں موجود تھیں۔ اب اگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ پروفیسر میکس حقیقتاً کس کے مہمان تھے تو میں مزید اضافی جزرہ بھی فوری طور پر وصول کروں گا۔“

رحمان صاحب نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورتے رہے پھر بولے۔ ”کیا وہ واقعی گاڑی تھی جس میں تمہارا اور فیاض کا تعاقب کیا گیا تھا۔“

”جی ہاں.... وی تھی!“

”فیاض نے اس کے نمبر نوٹ کر لئے تھے۔ تلاش جاری ہے۔ اگر تم اس گاڑی اور اس لڑکی سمیت پکڑے گئے ہو تو تمہارا کیا شہر ہوتا؟“

”کہاں پڑا گیا...؟“

رحمان صاحب نے اُسے گھورتے ہوئے فون پر سر سلطان کے نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف جواب ملنے پر عمران کی مختصر اردو اردو ہرانی۔

”لڑکی کہتی ہے...؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”یہاں موجود ہے۔“

”عمران نے اس کے بارے میں تمہیں کیا بتایا ہے؟“

”بس اتنا ہی جتنا میں نے ابھی تمہیں بتا دیا ہے۔“ رحمان صاحب نے اسامہ بن حنا کو روکے۔

سنا یہ نام... ادا ہو کہ تمہارے لئے کوئی راستہ رکھتا ہے۔"

"فہم، م، فہم، ہاتھ کوکڑھ سے"

۳۱۔ نہ تو کوئی بھگت

ہر ایک کی طرف سے جو کچھ ہو سکا وہ کیا گیا۔

”حکومت کا...“ دوسری طرف سے آواز آئی اور ساتھ ہی سلسلہ بھی منقطع کر دیا گیا۔

رحمان صاحب ریسیور رکھ کر عمران کی طرف مڑے۔

”کیا بتایا...؟“ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس لڑکی کو سر سلطان ہی کے پاس لے جاؤ!"

"*Y. glaberrima* (C. & C.) T."

”نہیں“ ”خیر لہو میں کمال“

”اب ٹیکسی میں بیٹھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں کہا چکے۔“

معاذ صاحب کو نہ ملے ان کا آئینوں میں گم کی تشبیہ کے آثار تھے۔ تصویر اور

وہاں لکھا "نور علیہ السلام سے ملاقات کے بعد"

”خدا کی ہنر...“ عمران بیڑا لیا۔ ”ہر طرح مجھے ہی جنم رسید کرنے کے چکر میں ہے یہ

“فيلسوف”

”ذرا تم مجھے اس کا حلیہ تو بتاؤ۔۔۔۔۔!“ رحمان صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

”بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک بہت بڑے اٹلے پر آنکھیں ٹاک اور دہانہ چیکا دے

وں۔ آواز کچھ ایسی ہے جیسے بکرا انگریزی بولنے لگا ہو۔“

"I am not"

"تفہیم کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔"

"وہ"

کویت

رحمان صاحب پھر کسی سوچ میں پڑ گئے تھے تو بڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

میراج سے اسٹیشن وکین نکال لو۔۔۔۔۔“

”چلو۔۔۔۔۔“ عمران نے روزا میکس سے کہا۔

”اب کہاں چلوں۔۔۔۔۔؟“ وہ بھنا کر بولی۔

”دوسری جگہ۔۔۔۔۔“

”میں اب کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہاں مجھے ابھی اپنی ہی ہم عمر کچھ لڑکیاں نظر آتی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ انگلش میں گفتگو بھی کر سکیں گی۔“

”نہ تو سکیں گی۔۔۔۔۔“

”تم میرے ڈیڈی کے دوست ہو۔ کیا مجھ پر اتنی مہربانی نہیں کر سکتے۔“

”ضروری نہیں کہ یہ لوگ اس پر آمادہ ہو جائیں۔“

”کیا آپ مجھے اپنے گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔“ روزا میکس نے کلو کیر آڈالہ میں رحمان صاحب سے پوچھا اور قبل اس کے رحمان صاحب کچھ کہتے اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ ”کیا قصہ ہے۔۔۔۔۔؟“ رحمان صاحب نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ ”پروفیسر میکس سے تمہارا کیا تعلق۔۔۔۔۔؟“

”ارے بس۔۔۔۔۔! سر سلطان نے میری مٹی پلید کر رکھی ہے۔ میری ڈیوٹی لگا دی تھی کہ روزانہ پروفیسر کی فیریت معلوم کر لیا کرتا۔“

”سوال تو یہ ہے کہ اب یہ جہیں رہنے پر تکیوں مضر ہے۔“

”سفیر نے اپنے خاندان والوں کے ساتھ رکشے کی بجائے کہیں اور ٹھہرایا تھا جہاں سے ڈیوڈ بکسر کے آدمی اسے لے اڑے تھے۔“

لڑکی بدستور روئے جا رہی تھی۔ رحمان صاحب نے پھر سر سلطان سے فون پر رابطہ قائم کر کے اس سلسلے میں دوبارہ گفتگو شروع کی۔

پھر ریسور رکھ کر طویل سانس لی اور روزا میکس سے بولے۔ ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

عمران انہیں ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”سر سلطان خود آرہے ہیں۔“ انہوں نے عمران کی طرف دیکھ کر شکل لہجہ میں کہا۔

”لہذا اب مجھے اجازت دیجئے۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”کیوں۔۔۔۔۔؟“ ٹھہرو۔۔۔۔۔“ رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔

”مجھے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس نے اس لڑکی کو خصوصیت سے آپ ہی کے پاس کیوں بھجوا دیا ہے۔“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ لوگ اب بھی اسی قدرت میں موجود ہوں گے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ وہ اتنے دلیر نہیں ہو سکتے۔“

”تو پھر۔۔۔۔۔؟“

”دراصل میں سر سلطان کی موجودگی میں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تاکہ آپ ان سے کھل کر گفتگو کر سکیں۔“

”اور پھر تمہیں ہاسکول کہ یہ حقیقتا کس کی مہمان ہے۔“ رحمان صاحب نے حق لہجے میں کہا۔ ”جی نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ آپ ان سے پوچھ سکیں کہ یہ پروفیسر میکس کی لڑکی ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کے لئے ان کے پاس کیا ثبوت ہے۔“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“ رحمان صاحب چونک کر بولے۔

عمران کچھ کہے بغیر باہر نکلا چلا گیا۔ اسی رات کو قریباً آٹھ بجے اس نے اپنے فلیٹ کے فون سے رحمان صاحب سے رابطہ قائم کیا۔

”سلطان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ میکس کی لڑکی ہے۔“ رحمان صاحب کی آواز آئی۔

”کیا سلطان صاحب اسے لے گئے۔۔۔۔۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔۔۔! وہ لڑکیوں میں گھل مل گئی ہے کبھی ہے کہ اپنے باپ کے قاتل کا سراغ ملے تک وہ بیٹیں رہے گی۔“

”سر سلطان کیا کہتے ہیں۔“

”انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔“

”رات کے کھانے کے بعد اسے کافی میں خواب آور دوا دے دیجئے گا۔“

”کیوں بکواس کر رہے ہو۔“

”یقین کیجئے۔۔۔۔۔! اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو شواہد میں چڑیں گے اور ہاں کیا ڈیوڈ بکسر کے بارے میں کچھ پتا آئے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔“

”تب تو لڑکی کے سلسلے میں وہی کرنا ہو گا جو میں کہہ رہا ہوں۔“

"تم کل کر بات کیوں نہیں کرتے؟"

"جب تک کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آجاتی میں ایسی ہی فتنہ لیاات میں گزارتا ہوں۔"

"اس وقت کہاں ہو؟"

عمران نے کوئی جواب دیے بغیر ریسور کریٹل پر رکھ دیا۔



رحمان صاحب لاجپوری میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ کلاک نے دس بجائے اور وہ چونک کر فون کی طرف دیکھنے لگے۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"ہوں... کون ہے... آجاء..." انہوں نے کہا۔

عمران دروازہ کھول کر لاجپوری میں داخل ہوا۔

"تم...؟" رحمان صاحب حیرت سے بولے۔ "میں تمہاری کال کا شکر تھا۔"

"میں خود ہی آگیا... کیا آپ نے اسے کافی میں..."

"ہاں... ہاں..." رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"شکریہ جناب..."

"اب کیا کرو گے..."

"یہ سارا قصہ دراصل میرا ہے... کم از کم آج کی رات کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ..." رحمان صاحب نے مضطربانہ انداز میں کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"توٹوں کا کیا رہا..." عمران نے جیسے ہوئے سوال کیا۔

"میرے اندازے کے مطابق جعلی ہی تھے..."

"ٹھیک ہے..." عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں لڑکی اور جعلی توٹوں سمیت پکڑا جاتا تو اس

وقت کہیں چین سے بیٹھا ہوتا۔"

"کیا مطلب..."

"آپ کے جھگے کی حوالت... میں..."

"اس میں کوئی شبہ نہیں..." رحمان صاحب اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "سر سلطان

بھی داخل انداز میں نہ کر سکتے۔"

"وہ لوگ بھی چاہتے ہیں کہ میں کہیں تک کر بیٹھوں تو..."

"صاف صاف بتاؤ... کیا کہنا چاہتے ہو..."

"تو وہ بکسر کو آپ نہیں جانتے لیکن لڑکی آپ کے پاس بھجوائی گئی اور وہ بھل گئی کہ میں رہے گی۔ اس کے بارے میں سر سلطان کیا خود سفیر بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ پروفیسر میکس ہی کی بیٹی ہے۔ اگر اسے یقین ہوتا تو انسانی دھردلی ہی کے تقاضے کے تحت اسے اپنے خاندان والوں کے ساتھ منہمکاتا ایک ہی شب پہلے تو بے چاری کا باپ اپنی زندگی کے ساتھ ختم کر دیا کیا تھا..."

"ہوں... تو پھر..."

"لڑکی یہاں ہے... اس لئے کم از کم آج رات میرا یہاں پایا جاتا تھا تو کیا ہے..."

"سمجھا... شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس طرح وہ تمہارے لئے بھی کوئی حلوہ فراہم کرتا چاہتے ہیں..."

"جی ہاں... میرا یہی خیال ہے..."

"گدھے ہو..." وہ نڈھال سا بنا کر بولے۔ "یہ کسی جاسوسی ناول کا پلاٹ نہیں ہے۔ حقائق

ہیں۔ تم اس وقت بھی ان کے قابو میں تھے جب یہی تمہیں اس عمارت میں لے گیا تھا..."

"پروفیسر میکس بھی اس رات اس عمارت میں تھا تھا جہاں اس کی لاش پائی گئی تھی۔

سائیکلر لگے ہوئے پہتول کی ایک گولی ہی اس کے لئے کافی ہوتی سلاطین خانے کا فرسٹ

سیکرٹری بھی اپنے مکان میں تنہا ہی تھا..."

رحمان صاحب کے پیرے پر اچانک فکر مندی کے آثار نظر آنے لگے۔

قصہ دراصل یہ ہے کہ وہ لوگ خوف و ہراس پھیلاتا چاہتے ہیں۔ کسی کو بتانا چاہتے ہیں کہ ان

کے مخالف کی موت کہیں بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اب یہی دیکھنے کا کرسی آئی بی کے وہو میگزینز کے

صاحب ذوالے النبی کی قیام گاہ پر کسی درندے کا چھڑا ہوا جانتے ہیں تو ملک میں کتنی ششمنی پائی گئی۔"

"نہیں نہیں... ایسے کیا بکواس ہے..." رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں بولے۔

عمران اپنا بند گئے کا سوئیٹر اتار کر گردن پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "وہ درندہ اپنے انگوٹوں سے

خروم ہو جائے گا... اسے لکھ لیجئے..."

رحمان صاحب بے ساختہ آگے بڑھے اور جھک کر اس کی گردن دیکھنے لگے جس کے گرد

نوادری خول چڑھا ہوا تھا۔

"وہ نامعقول صرف گردن ہی پر منہ مارتا ہے۔ وہ فون انگوٹوں کے بقیہ دون پر ہلکی سی

لش بھی نہیں پائی گئی..."

اس نے سوکڑ پھر ماکن لیا اور اٹھتا ہوا بولا۔ ”آپ لوگ آرام سے سوئیے۔ میں کیا ڈنڈی میں کہیں نہ کہیں موجود رہوں گا اور ہاں کیا ڈنڈی میں اندھیرا بھی نہ ہونا چاہئے۔“

”میں گارڈ بولوائے لیتا ہوں۔“ رحمان صاحب نے جلدی سے کہا۔

”ان شخصوں میں نہ پڑیے۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہوشیار ہو جائیں۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔“

”کیوں کھیل بکازیں کے پہلے بھی کبھی آپ کو ایسے معاملات میں میری طرف سے کوئی شکایت ہوئی ہے۔“

”کو اس مت کرو۔۔۔ میری آنکھوں کے سامنے تم جیسا کسی خطرے میں نہیں پڑ سکتے۔“

”پلیز۔۔۔ مان جائیے۔۔۔“ عمران کھٹکھٹلا۔

”ناممکن۔۔۔“

”میں چاہتا ہوں کہ اب اس عمارت کا کوئی فرد خواب گاہ سے باہر نہ نکلے۔ کوئی ایسی کھڑکی بھی نہ کھلی چھوڑی جائے جس میں سلاٹیں نہ لگی ہوں۔“

”میں نے کہہ دیا۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔۔۔“ رحمان صاحب سخت لہجے میں بولے۔

”میں اس وقت صرف ڈائریکٹر جنرل سے ہم کلام ہوں اور میرے پاس صدر مملکت کا ایک ایسا اجازت نامہ موجود ہے جس کی بناء پر کسی بھی شخص کے سر پر لہ کا تعاون حاصل کر سکتا ہوں۔

ملاحظہ فرمائیے۔“ عمران نے جیب میں ہاتھ ہی ڈالا تھا کہ باہر سے شور مٹائی دیا۔

”کیا ہے۔۔۔؟“ رحمان صاحب دروازے کی طرف جھپٹے اور پھر دروازہ کھولتے ہی کھلی سی کوند گئی۔ بولکھا کر پیچھے ہٹے اور اس زبردست کتے نے ان کے اوپر سے عمران پر چھلانگ لگادی۔

خازن رانداری میں شور مچا رہے تھے۔ پے در پے تین فائر ہوئے۔ رحمان صاحب نے صاف دیکھا تھا کہ کتے نے عمران کی گردن ہی دو پتی تھی اور پھر غراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

عمران نے ریلوے میز پر رکھ دیا۔ رحمان صاحب ہکا بکا کھڑے تھے۔ دفعتاً دونوں کی طرح عمران کی طرف جھپٹے اور سمجھتی کر سینے سے لگا لیا۔ ان کے منہ سے ہلکی ہلکی سسکیاں نکل رہی تھیں۔

اداری میں گھر کے دوسرے افراد حذر زدگی کے عالم میں خاموش کھڑے تھے۔



روزانیکس نے کراہ کر روٹ بدلی۔ خاصا اچالا پھیل گیا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک بیدار نہیں ہوئی تھی۔ دفعتاً قریب ہی رکھی ہوئی ایک ٹائم ٹیس کا الارم بجنے لگا اور وہ بولکھا کر اٹھ بیٹھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے ایک کھنی کھنی سے جھج بھی اٹھی تھی۔

بستر سے چھلانگ لگا کر وہ فرش پر آئی اور آنکھیں مل مل کر کتے کی اس لاش کو دیکھتی رہی جو پھیلی رات ہی سے اس کے بستر پر پڑی رہی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ من ہو کر وہ گیا ہو۔ کچھ دیر اسی طرح کھڑی رہی پھر دروازے کی طرف جھپٹی۔ وینڈل کھما کر اسے کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ شاید باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد تو وہ پانگوں کی طرح دروازے پر ٹوٹ پڑی۔ وہ غل فپاڑو چلیا کہ خود اس کے کان جھنجھٹا اٹھے۔

دروازہ کھٹنے میں دیر نہ لگی۔ لیکن دروازہ کھولنے والی کو دیکھ کر روزانہ قدم پیچھے ہٹ آئی۔ وہ بھی اس کی طرح کوئی سفید فام غیر ملکی عورت تھی۔

”کیوں شور مچا رہی ہو۔۔۔“ اس نے اندر داخل ہو کر روزانہ کو لایکا۔

”یہ کیا مذاق ہے۔۔۔“ روزانہ نے بھی جیسے لہجے میں کہا۔ اس نے کتے کی لاش کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”تمہاری ساق کا نتیجہ۔۔۔“ تو روزانہ سر ڈالنے میں بولی۔

”میں نہیں سمجھی۔“

”تم اپنے مشن میں ناکام رہی ہو۔“

دفعتاً روزانہ چونک پڑی اور اس طرح چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی جیسے پہلی بار اپنے گرد پیش کا جائزہ لے رہی ہو۔

”مم۔۔۔ میں کہاں ہوں۔۔۔؟“

”وہاں نہیں ہو جہاں سمجھتی تھی۔۔۔“ تو روزانہ نے تلخ لہجے میں کہا۔

”خدا کی پٹنہ۔۔۔ او۔۔۔ روزانہ اس پر پکڑنے لگا۔۔۔ اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں۔ ہاں دیکھو۔۔۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ رات کا کھانا کھایا تھا۔ پھر کافی آئی

تھی اس کے بعد کیا ہوا مجھے یاد نہیں... ست... تم کون ہو۔“
 ”اپنی اصل کو کھوپڑی ہی میں رکھو۔“ تو وارد تیز لہجے میں بولی۔ ”یہاں کون کس کو جانتا ہے۔“
 ”مافی پافتی ہوں... مافی پافتی ہوں۔ وہ یقیناً مجھے کافی میں کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔“
 ”تم بالکل اسق ثابت ہوئیں۔ اگر ہم خیال نہ رکھتے تو تم سے سب کچھ اگھوا لیا گیا ہوتا۔ جان
 پر کھیل کر تم کو وہاں سے نکالا گیا ہے۔“

”لل... لیکن... یہ...“ روزا پھر کتے کی لاش کی طرف مڑی۔
 ”انہوں نے اسے بھی مار ڈالا... یہ بھی تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے۔“
 ”نہیں... نہیں... اس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا گیا تھا۔“
 ”تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں...؟“ تو وارد لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔
 ”نہیں... میں کچھ نہیں جانتی۔“

”یہ وہی کتاب ہے جس نے پروفیسر میکس کو مارا تھا۔“
 ”نہیں...! روزا ہڈیانی انداز میں جتنی...! نہیں... نہیں...“

”اسی نے سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری کا زخموں کو دھوا دیا تھا۔“
 ”شاید یہی ہو تمہارے ساتھ۔ تمہارے باپ کو بھی ننداری ہی کی سزا ملی تھی۔“
 ”یہ جھوٹ ہے... جھوٹ ہے... میرا باپ نندار نہیں تھا۔“

”نندار نہیں تھا تو پھر کیوں مار ڈالا گیا... اور تم بھی اسے نندار ہی سمجھتی تھیں۔ اسی لئے تو
 نہ تم روئیں اور نہ کسی بھی انداز میں اٹھار غم ہونے دیا۔“
 ”یہ میرا نئی معاملہ ہے۔“

”ہوگا...“ تو وارد لا پرواہی سے بولی۔ چند لمحے اسے گھورتی رہی پھر غرائی۔ ”سوال تو یہ
 ہے کہ وہاں تم نے کاسیابی حاصل کیوں نہیں کی۔“

”مجھے اطمینان والا کر بیٹھا گیا تھا کہ وہ سب حقوق کی طرح میرے گرد جمع ہو جائیں گے اور
 میں بے خوفی سے اپنا کام کر سکوں گی اگر کہہ دیا جاتا کہ ہوشیار بھی رہنا تو وہ مجھے کافی میں کوئی
 خواب آور وہان دے سکتے۔“

”خیر... خیر... تمہارے باپ نے عمران کے بارے میں کیا بتایا تھا۔“

”کچھ بھی نہیں... میں اسے اپنے باپ کے کسی دوست کی حیثیت سے جانتی تھی۔“
 ”اور پھر تم اپنے باپ کے دوست کو دھوکہ دینے پر تمل گئیں۔“
 ”سنو...! میں صرف احکامات کی تعمیل کرتی ہوں۔ اس میں غرض نہیں ہوتی کہ کس کے
 لئے کیا کر رہی ہوں۔“

”اچھا... چلو... باہر چلو...! تو وارد براسانت بنا کر بولی۔

اس کمرے سے نکل کر وہ ایک بڑے ہال میں پہنچیں جہاں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔
 دفعتاً ہال میں ان کی کچھ دیر پہلے والی بات چیت گونجنے لگی۔ ٹالیا بات چیت شپ کر لی گئی تھی اور
 اب انہیں دوبارہ سنائی جا رہی تھی۔

روزا بے حس و حرکت کھڑی رہی اس کا پیرو بالکل سپاٹ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ سب
 کچھ اس کے لئے بے معنی ہو۔ ابھر سناٹا چھا جانے کے بعد بھی وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ دوسری
 عورت اسے وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔

ایپانک بائیں جانب سے آواز آئی۔ ”اس خود غرض دنیا میں دوست اور دشمن کی تیز
 شکل ہے۔“

روزا چونک کر مڑی۔ عمران ایک دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”ست... تم... کیا پھر پکڑے گئے۔“

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا روزا کے قریب آ پہنچا۔

”بولتے کیوں نہیں...؟“ روزا نے آہستہ سے پوچھا۔

عمران کے چہرے پر غم انگیز تاثر تھا۔

”کیا اس شخص کا نام ڈیوڈ بکسری تھا...؟“

”پہلے تم بتاؤ کہ مجھ پر کیا گزری... میں کہاں ہوں۔“

”میرے ساتھ آؤ۔“

عمران اسے پھر اسی کمرے میں لایا جہاں چنگ پر کتے کی لاش پڑی تھی۔

”یہ وہی کتاب ہے جس نے پروفیسر کو ہلاک کیا تھا۔“

”وہ مجھے بتا چکی ہے۔“

”جہیں یقین کیوں نہیں کہ پروفیسر انجی لوگوں کے ہاتھوں مارے گئے جن کے وفادار تھے۔“
 ”میں نے تم سے پوچھا تھا کہ مجھ پر کیا گزری۔“
 ”جہیں کافی میں خواب آور دوا دی گئی تھی تاکہ سکون سے سوئی رہو اور میں اپنی موت کا انتظار کروں۔ میرے اندازے کے مطابق مجھے اسی لئے گھبراہٹ کیا تھا کہ رات کو کسی جگہ قیام کروں۔“
 ”اگر مقصد مارڈالنا ہی ہو تا تو جہیں وہیں مار ڈالتے۔۔۔ جہاں پکڑے گئے تھے۔“
 ”پروفیسر کو گوئی کا نشانہ بھی بنایا جاسکتا تھا اس کے لئے غور غور کئے کو کیوں استعمال کیا گیا۔“
 ”سوال یہ ہے کہ تم دوبارہ کیوں ہم لوگوں میں نظر آ رہے ہو۔۔۔؟“
 ”کیا تم اس عورت کو جانتی ہو جو کچھ دیر پہلے تم سے گفتگو کر رہی تھی۔“
 ”نہیں۔۔۔ میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔“
 ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا حلقہ اس قدر وسیع ہے کہ تم ایک دوسرے کو تعارف کے بغیر نہیں پہچان سکتے۔“
 ”تم ٹھیک کہتے ہو۔“
 ”سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کے یہاں جہیں کیوں بھیجا گیا تھا۔“
 ”اسی لئے کہ تم بھی وہیں رات گزار سکو۔۔۔۔۔“
 ”بس۔۔۔۔۔ ایک مقصد تھا۔“
 ”اور کیا۔۔۔؟“
 ”لیکن۔۔۔۔۔ اپنی غیر متوقع بیہوشی کی بناء پر کوئی اور کام بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”شروع ہی سے میرا اندازہ تھا کہ تمہارا ذہنی توازن کسی قدر بگڑا ہوا ہے۔“
 ”میری بات کا جواب دو۔“
 ”تم اپنی جان بچانے کی فکر کیوں نہیں کرتے یہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ مجھے اور جہیں کے لاش سمیت تمہارے باپ کے گھر سے نکال لائے۔“
 ”سوال تو یہ ہے کہ تمہارا باپ کیوں مار ڈالا گیا۔“
 ”فداری کی سزا موت ہی ہے ہمارے حلقے میں۔“ روزانہ دوا ہی سے بولی۔
 ”آخر اس سے کیا قصور سرزد ہوا تھا۔“

”وہ حقیقت تمہاری حکومت کے مہمان تھے سفیر کے نہیں۔ ہماری پارٹی نہیں چاہتی کہ ہماری حکومت تمہاری حکومت سے کوئی تعاون کرے۔“
 ”کیا تمہارے باپ کو علم نہیں تھا کہ پارٹی اس کے حق میں نہیں ہے۔“
 ”اس گفتگو کو ہمیں ختم کر دو۔۔۔۔۔“ روزانہ بولی۔
 ”انہی بات ہے۔ اب اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ صرف ایک بات اور بتا دو۔“
 ”وہ اسے گھورتی رہی۔
 ”تمہارے پاس سے ایک ڈیڑھ برآمد ہوئی ہے جس میں کوئی سیال شے اور ایک بیونی سی ہائیڈرک سرسٹ تھی۔“
 ”وہ ایسے کہاں ہے۔۔۔۔۔؟“ روزانہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی۔
 ”وہیں رہ گئی۔۔۔۔۔“
 ”اب میں نہیں جانتی کہ میرا کیا اثر ہو گا۔“ وہ کھپکھپاتی ہوئی آواز میں بولی۔
 ”میں جہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔
 ”ناممکن۔۔۔۔۔“
 ”کیوں تم نہیں جانتیں کہ اس وقت کہاں ہوں۔“
 ”اس فساد میں پہلی بار آئی ہوں۔“ روزانہ کی آواز بھی کسی سرگوشی سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ قدرے توقف کے ساتھ بھر بولی۔ ”بہت محتاط رہو۔ ہماری آوازیں ٹیپ ہو جاتی ہیں۔“
 ”فتح عمران نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور وہ ہلکا کر اسے گھورتے لگی۔
 ”میں واقعی پاگل ہوں۔۔۔۔۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
 ”لیکن اس کے باوجود میری کوشش ہوگی کہ پہلے میں مارا جاؤں، اس کے بعد تم پر کوئی آٹچہ آئے۔“
 ”ٹھیک اسی وقت ایک سیاہ فام لار لبریا ٹوکا آدمی ہال میں داخل ہوا جس کے ہاتھ میں پھرسے کا چابک تھا۔
 ”یہ۔۔۔۔۔ یہ کون ہے۔۔۔۔۔؟“ روزانہ کھلائی۔
 ”مصورات سے ٹکرا، مظلوم ہوتا ہے۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”چلو...“ نیکرو قریب پہنچ کر چابک فرش پر مار تا ہوا ہلا ہلا پھر اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

”چلو...“ عمران نے مردہ سی آواز میں دروازے کہا۔

وہ دونوں اس دروازے میں داخل ہوئے۔ نیکرو چابک پڑھتا ہوا ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ اچانک عمران نے پلٹ کر اس پر چلائگ لگائی اور دونوں گھٹے ہوئے فرش پر پلے آئے۔ نیکرو کسی زخمی درندے کی طرح غرائے جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی آواز معدوم ہوتی گئی اور پھر مکمل سکوت طاری ہو گیا۔

”بھاکو...“ عمران نے اسے چھوڑ کر بٹختے ہوئے کہا اور روز کا ہاتھ تھامے ہوئے ایک جانب دروازہ چلا گیا۔

”کک... کیا... وہ مر گیا۔“ روزا باہتی ہوئی ہوئی۔

”جی نہیں... جلدی میں اس کا دھیان کسے رہتا ہے۔“ عمران بولا ”خاموشی سے نکل چلو۔ ہاتھیں پھر ہو جائیں گی۔“

ایک جگہ ایک آدمی نے عمران کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے اسے بھی بے بس کر کے ایک طرف ڈال دیا۔

اس طرح وہ ہلا خرابی جگہ پہنچے جہاں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں پھر کچھ دیر بعد وہ کھلی فضا میں سانس لے رہے تھے۔ عمران ایک گاڑی لے بھاگا تھا لیکن وہ گاڑی زیادہ دیر استعمال نہ کر سکا۔ اسے ایک جگہ چھوڑ کر پھر ٹیکسی لی۔

”اب ہم کہاں جا رہے ہیں...؟“ وہ انے آہستہ سے پوچھا۔

”ایک سامنے تفریح گاہ میں میرا ایک ہٹ ہے۔ فی الحال وہیں قیام کریں گے۔“

”کیوں اور چلو...“

”کیوں...؟“

”وہ ہر وقت سب سمندر کے قریب رہتے ہیں تاکہ حالات ناموافق ہونے پر فرار میں

آسانی رہے۔“

”فکرت کرو... ان کے فرماتے بھی ہمیں نہ پہچان سکیں گے۔“



رحمان صاحب کی میز پر رکھے ہوئے ایک فون کی گھنٹی بجی۔

”ہیلو...“ وہ ریسورسڈر اٹھا کر مالتھ جیس میں بولے۔

”آپ خطرے میں ہیں۔“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”تم کہاں ہو...؟“

آپ فی الحال آفس تک ہی محدود رہے ہیں میں ایک گھنٹے بعد پہنچ رہا ہوں۔ اپنے سکیورٹی کے عملے کو ہدایت کر دیجئے کہ کسی بوڑھے کو آپ تک پہنچنے میں مدد دیں۔“

”ہوں... اچھا... میں منتظر ہوں...“ انہوں نے کہا اور دوسری طرف سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسورسڈر کرپل پر رکھ دیا۔

ان کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے ابھر کوم پر اپنے کسی ماتحت کو عمران سے متعلق دریافت دیں۔

اب ان کی آنکھیں نیند کے دھاوے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔

ایک گھنٹے بعد ایک بوڑھے آدمی کو ان کے کمرے میں پہنچایا گیا جو رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے کوئی ریٹائرڈ فوجی آفیسر معلوم ہوتا تھا۔

”یہ تم ہو...؟“ رحمان صاحب کے لیے میں حیرت تھی۔

”جی ہاں...“ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔

”بیٹھ جاؤ... یہ کیا کرتے پھر رہے ہو۔“

”لوہی کے ذریعے انہوں نے کل ایک تیر سے دو حکام کرنے کی اسکیم بنائی تھی۔ میری

موت اور آپ پر پوری طرح قابو پانے والی حرکت کا مقصد تھا۔“

”مجھ پر کس طرح قابو پاتے۔“

”وہ بیہوشی کے پاس سے برآمد ہوئی تھی کہاں ہے...؟“

”مختوف ہے...“

”کسی نہ کسی طرح وہ سیال آپ کے جسم میں الجھت کر دیتی اور آپ کم از کم ایک منٹ کے

لے اپنے شخصیت کو بیٹھے جو کچھ آپ سے کہا جاتا ہے چون دچرا کرتے رہتے۔"

رحمان صاحب طویل سانس لے کر کرسی کی پشت گاہ سے نکلتے اور عمران کو تیار پل "لڑکی مضبوط قوت اروادی کی مالک ہے۔ یہ سب کچھ اس سے اگوا لینا مشکل کام تھا۔ لہذا میں نے چند وہ ستوں کی مدد سے ایک ڈرامہ اسٹیج کیا اسے باور کرائے کی کوشش کی کہ اس کے ساتھی مجھے اور اس کو کتے کی لاش سمیت کسی نہ کسی طرح آپ کی کونجی سے نکال لائے ہیں اور اب اسے اس کی نفی کی سزا ملے گی۔ اس کے بعد میں اسے اس عمارت سے لے نکال رہا ہوں۔ یہ حال وہ بھی سمجھ رہی ہے کہ میں نے اسے اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں مرنے سے بچا لیا ہے لہذا اب پوری طرح تعاون کر رہی ہے۔"

رحمان صاحب خاموشی سے دیکھتے رہے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بات ختم ہونے کے منتظر ہوں۔

"اور اس شخص کا نام ڈیوڈ بکسر نہیں بلکہ جیری فان ہے۔"

"کیا...؟" رحمان صاحب اس طرح سیدھے ہو بیٹھے جیسے کرسی کی پشت گاہ نے آگے دھکیل دیا ہو۔

"جیری فان...؟" عمران نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دہرایا۔

"اوہ... جب تو پروفیسر میکس جنس جھ پر قابو پانے کے لئے مارا گیا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کچھ نہیں... ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا... پہلے جیری فان کا ہاتھ آنا ضروری ہے۔"

"جیری فان آپ کے محکمے کے پس کا معلوم نہیں ہو تا۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"کیا مطلب...؟"

"مناسب یہی ہو گا کہ آپ کے ماتحت محکمے کی نمائندگی کرتے رہیں۔"

"میں جانتا تھا کہ تم یہی کہو گے... اسی لئے ابھی تک ایک معاملہ اتنا میں رکھا گیا ہے۔"

"کون سا معاملہ؟"

"آج صبح ایک خوف زدہ آدمی کچن فیاض کے ہاتھ لگا ہے اس کی فراہم کردہ اطلاعات

حیرت انگیز ہیں۔ ایک بار بدولاد خانی کشتی پر کام کرتا ہے۔ راجو نام ہے۔ ایک بار اسٹیکٹ کے

سطح میں پڑا جا چکا ہے۔ لیکن کسی پائرونی نے بچا لیا تھا۔ اس کا تحریری بیان دیکھو۔"

رحمان صاحب نے میز کی دراز سے کچھ کاغذات نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیے۔ عمران انہیں دیکھتا ہوا کچھ اس کی آنکھیں حیرت سے کھیل جاتیں اور کبھی نہ معنی انداز میں سر ہلاتے لگتا۔ کاغذات واپس کرتے ہوئے اس نے استغیاب سے نظروں سے انہیں دیکھا۔

"کچھ رات وہ کتا کشتی پر واپس نہیں پہنچا تھا۔" رحمان صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "لہذا دوپہر کے قریب ایک غیر ملکی نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ جا کر اسے شہر میں تلاش کریں۔ راجو پہلے ہی سے خائف تھا اس لئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ سیدھا ایک خانے پر پہنچ گیا۔"

"اب آپ غالباً سمجھ گئے ہوں گے کہ اس جی نے میری متحرک تصاویر کیوں تیار کی تھیں۔ آپ کی کونجی تک آنے والے راستے کی قلم بندی انہوں نے پہلے ہی تیار کر رکھی ہو گی۔ حیرت انگیز... کتے کو قلم دکھا کر کسی راستے پر ڈالنا... تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"جو مخلوق گوشت کے ساتھ آتے دیا گیا تھا غالباً وہی اس میں اس کی صلاحیت پیدا کرتا

تھا... اوہ جیری فان... جیری فان... اس کے سطح میں کچھ مواد ہمارے قبضے میں ہے۔

اب میں سمجھ گیا۔"

"ظاہر ہے کہ آپ مجھے تفصیل سے آگاہ نہیں کریں گے۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"فی الحال یہ ساری باتیں اسی جگہ ختم کر دو۔" رحمان صاحب اسے گھورتے ہوئے

بولے۔ "اس شخص راجو کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اسے جانے دیجئے۔ میں خود اس کی گھرائی کر لوں گا۔ آپ کے سارے ماتحت ان لوگوں کی

نظروں میں ہیں۔"

"تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔" رحمان صاحب طویل سانس

لے کر بولے۔ "لیکن جنہیں بھی غلط رہتا پڑے گا۔ وہ میک اپ کا بھی ماہر ہے۔"

"یقیناً ہو گا۔ اگر اسی کی طرح میں بھی بے بال و پے ہو تا تو جیری مہارت بھی قابل دیدہ

ہوتی۔ اچھی بات ہے اب اجازت دیجئے اور آپ پر اوکرم گھرنے جائے گا... یہیں اپنی رہائش کا

انتظام کر لیجئے۔"

"دیکھا جائے گا۔" زمان صاحب نے لاپرواہی سے کہا۔

"راجہ اس وقت کہاں ہے؟"

"کیپٹن فیاض کی تحویل میں۔"

"تو اب اسے بھی جھکے کی عمارت سے دور ہی رکھا جانا چاہئے تھا اب وہ شاید ہمارے کسی

کام نہ آ سکے۔ باہر لگا اور مارا گیا۔"

زمان صاحب کچھ کہنے ہی والے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی انہوں نے ریسیور اٹھایا اور پھر کچھ دیر بعد ان کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ ریسیور رکھ کر بھی وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "تمہارا یہ اندیشہ بھی درست نکلا۔ شہر کے مختلف حصوں میں دو لاشیں پائی گئی ہیں۔ راجہ نے انہیں اپنے دونوں ساتھیوں راشد اور اختر کی حیثیت سے شناخت کیا ہے۔"

"وہ نہ مارے جاتے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اگر راجہ کا معاملہ کیپٹن فیاض تک

نہ آچکے ہوتا۔"

زمان صاحب کچھ نہ بولے۔

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کے ہاتھوں کو چاہئے کہ وہ ساحلی علاقوں اور موبار

میں اس کشمی سے حلق پوچھ گچھ کرتے پھریں اس کے علاوہ اور کچھ بھی کیا سکیں گے۔"

"پھر کہتا ہوں۔۔۔ بہت محتاط رہنا۔"

"بے فکر رہئے۔" کہتا ہوا عمران ان کے کمرے سے نکل گیا۔



روزانہ میں تنہا تھی۔ لیکن اسے اطمینان تھا کہ میک اپ میں پہچانی نہ جاسکے گی۔ عمران کے اس میک اپ نے نہ صرف اس کی شکل بلکہ نسل تک بدل دی۔ اب وہ کسی مغربی ملک کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ ایک خوب صورت چلیائی لڑکی کی جاسکتی تھی۔

وہ اپنی پارٹی کے لوگوں سے اتنی ہی خائف تھی کہ اس نے عمران کو بھی میک اپ کے بغیر ہٹ

سے باہر قدم نہ نکالنے کی تاکید کی تھی۔ لیکن وہ امتیاز کی طرح ہنستا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ روز اس سے

متعلق بڑی انجمنوں میں جتا تھا اس کی کچھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر اس جسمی غیر متوازن شخصیت کا

مالک ان لوگوں سے کس طرح ٹپٹ سکے گا جو اس کے مطابق اس کے باپ کی موت کے

ذمہ دار تھے۔ بہر حال وہ عمران کی عدم موجودگی میں اسی کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

ٹھیک دو بجے کسی نے ہٹ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ پہلے تو خوف زدہ انداز میں چوکی

تھی۔ پھر دروازے کے قریب جا کر پوچھا تھا "کون ہے؟"

"صاحب۔۔۔۔۔" باہر سے آواز آئی۔

"صاحب۔۔۔۔۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ "ہاں اس نے یہی کہا تھا کہ اس لفظ کے سے بغیر کسی

کے لئے بھی دروازہ نہ کھولنا۔" پھر "اوکے" کہہ کر دروازے کو کھول دیا۔ لیکن فوراً ہی بوکھلا کر

پچھے ہٹ گئی کیونکہ وہاں عمران کی بجائے ایک انٹیلی چلیائی لڑکا تھا۔

"ہا۔۔۔۔۔ ڈار گئیں۔۔۔۔۔" وہ ہنس کر بولا۔ "میں بھی تمہاری ہی طرح چلیائی ہوں۔"

"تو۔۔۔۔۔" عمران کی آواز پہچان کر وہ خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "تم نے تو ذرا ہی دیا تھا۔"

"بس اب دروازہ کھلا رہے دو۔" عمران نے ایک بڑی سی پلاسٹک میز پر رکھتے ہوئے

کہا۔ "یہ تمہارا لٹچ ہے۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔ میں بھوک محسوس نہیں کر رہی۔"

"خیر۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔۔ جب محسوس ہو کھا لینا لیکن ایک بات غور سے سن لو اب تم یہاں کے

رسم و رواج سے متعلق کچھ نہیں پوچھو گی۔"

"کیوں۔۔۔۔۔؟"

"مجھے حیرت ہے کہ تم پر ایک ایسا ساتھ گزر گیا۔ لیکن تم میں ذرا براہ بھی تبدیلی واقع نہیں

ہوتی۔"

"میرا باپ اب وہاں نہیں آ سکتا۔۔۔۔۔ یہ اس کا قول ہے کہ آدمی کو مرتے وقت اپنی جان کسی

کا مشاہدہ بھی ایک طالب علم ہی کے جذبے کے ساتھ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

"تب تو وہ فیصلہ جی بہت گریٹ تھا۔"

"آدمی کچھ بھی نہیں ہے مسٹر عمران۔ اتنا متق ہے کہ خود ہی اپنی ہلاکت کے اسباب کرتا

رہتا ہے میرا باپ بھی ایک ایسا ہی عظیم احمق تھا۔"

"بیاداری لڑکی تم تو اپنے قبیلے ہی کی معلوم ہوتی ہو۔" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اب میں ختمیں بتاتا چاہتی ہوں کہ میرا باپ اپنے ہی ایک فارمولے کا شکار ہو گیا۔"

"کیا مطلب...؟"

"وہ ایک ماہر گیادان تھا۔ اس نے ایسی ادویات تیار کی تھیں جو آدمیوں اور جانوروں کی فطرت تک بدل کر رکھ دیتی ہیں۔"

"آؤ ہو... تو پھر وہ کتنا... ذرا گھبرو...؟" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ قہوڑی اور خاموشی رہی پھر بولا۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ ایک کتا کسی کی تصویر دیکھ کر اس کی رو پر لگ جائے۔؟" "کیوں نہیں...؟" ایہ ٹھیک تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آج سے دو سال پہلے کی بات ہے۔ میرے باپ نے ایک عرق تیار کیا تھا۔ اسے گوشت میں شامل کر کے ایک کتے کو کھلایا گیا۔ پھر اسے ایک متحرک فلم دکھائی گئی یہ فلم اس راستے کی تھی جس سے گزار کر کتے کو ایک ایسی جگہ پہنچا تھا جہاں کم از کم پچیس بلایاں موجود تھیں۔ ان میں سے ایک بلی کی تصویر اس فلم میں شامل تھی جہاں کتے کو وہ فلم دکھائی گئی تھی وہاں سے بلی والی جگہ ڈھائی میل سے کم فاصلے پر واقع نہیں تھی۔ لیکن کتے نے وہاں پہنچ کر اسی مخصوص بلی کو مار ڈالا۔ اور وہ وہیں آگیا۔ دوسری چوبیس بلایاں بالکل محفوظ تھیں۔

عمران اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوئی تو اس نے پوچھا۔ "کیا تم کسی ایسی دشمنی کشتی کے بارے میں کچھ جانتی ہو جس پر تین دہائیوں کا کام کرتے تھے...؟"

"نہیں... تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو...؟"

"وہ کس جس نے تمہارے والد اور سفارت خانے کے سیکریٹری کا خاتمہ کیا تھا اسی کشتی پر رہتا تھا۔؟"

"لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ ہیری فان نے ایسا کیوں کیا۔ وہ میرے ملک کے عوام میں بہت مقبول ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہیری فان ہی ڈاکٹریٹر شپ سے نجات دلانے والا ہے۔"

"خوب تو وہ عوامی اہمیت کا حامل ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن ہمارے ملک میں اس کا کیا کام...؟"

"میں سمجھا پوری بات بتانا چاہتی ہوں۔ آؤ پر نظر لیجئے میں بولی۔ چند لمحے خاموش رہ کر عمران کو گھورتی رہی، پھر کہنے لگی۔ "کیا تم سچ کچھ نہیں جانتے کہ میرا باپ تمہاری حکومت ہی کا مہمان تھا۔؟"

"حکومت کے راجہ ایک کو نہیں معلوم ہوتے۔ لیکن یہ بات مجھ میں انہیں آتی کہ ہیری فان نے پھر کیوں میرے ذہن سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ پروفیسر حقیقتاً کس کا مہمان تھا۔؟"

"ہو سکتا ہے کہ اسے معلوم ہی نہ رہا ہو۔" ظاہر میرا باپ سفیر ہی کا مہمان تھا اور یقین کرو کہ میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ ہیری فان یا پارٹی کا کوئی اور فرد بھی یہاں موجود ہے۔ وہ تو اس رات جب میں اس عمارت میں تھی۔ ہیری فان کو میں نے کچھ یاد دیکھا وہ مجھے اس عمارت سے نکال لے گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہی معلوم کرنے کے لئے کہ میرا باپ کس کا مہمان تھا مجھے تمہارے حوالے کیا تھا۔؟"

"تو خود پروفیسر نے تمہیں یہ بات بتائی تھی کہ وہ ہماری حکومت کا مہمان ہے۔؟"

"ہاں...؟"

"مقصود...؟"

"تمہاری حکومت میرے باپ کی صلاحیتوں سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتی اور اس کی موت کے بعد اچانک ہیری فان سے ملاقات ہوئی جس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میرے باپ کی موت میں تمہارے باپ کا ہاتھ ہے۔ انہوں نے میرے باپ کو کیوں قتل کر لیا۔ یہی معلوم کرنے کے لئے اس نے مجھے تمہارے حوالے کیا تھا۔؟"

"لیکن خود ہی تمہارے باپ کی موت کا باعث تھا۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اب سوال یہ اہوتا ہے کہ اس نے اس سلسلے میں کتے کو کیوں استعمال کیا۔؟"

"انہی سوال مجھے بھی رہ رہ کر پریشان کر رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے میں تمہاری ابلیسین رفیع کر دوں... لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ...؟"

"میں کچھ بھی نہیں چھپا رہی لیکن تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔؟"

"کیا مطلب...؟"

"تم نے مجھے ہیری فان کے بچے سے رہائی دلانے کا ذرا اشارہ کیج کیا تھا۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ "اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر تمہارے گھر پر مجھے کافی میں کوئی خوب آور

دوا کیوں دی گئی تھی۔"

عمران نہیں کر بولا۔ "یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ لیکن اگر میں نے یہ ڈرامہ اسٹیج نہ کیا ہو تو تم بھی یہ نہ بتاتیں کہ ڈیوڈ ہکسر کا اصل نام ہیری فان ہے اور یہ وہی ہیری فان ہے جو تمہارے ملک کی ڈیکٹر شپ کا ٹائٹل کرنا چاہتا ہے۔"

"سنو... اتم واقعی احمق ہو....." وہ نہیں چڑی۔

"کیا مطلب.....؟"

"یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ میرے باپ کی موت میں ہیری فان ہی کا ہاتھ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ میری حکومت کے کسی ایجنٹ نے یہ حرکت کی ہو۔ محض اس لئے کتنا استعمال کیا ہو کہ خیال ہیری فان کی طرف جائے۔"

"ہاں..... یہ بھی ممکن ہے....." عمران نے اعتراف کیا۔

"میں تمہارے ساتھ اس لئے چلی آئی کہ تمہیں پسند کرتے لگی ہوں۔"

"اب مجھے اپنی بیدار کش کے حادثے پر دوبارہ غور کرنا پڑے گا۔" عمران گلوگیر آواز میں بولا۔

"کیا مطلب.....؟"

"آج تک کسی لڑکی نے مجھے پسند نہیں کیا۔"

"اوہ تو تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں یہ قوف بنا رہی ہوں۔"

عمران نے سر کو جنبش دی۔

"قسم کرو....." وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تمہارے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔ اس میک اپ

میں ہمیں کوئی نہ پہچان سکے گا۔ چلو کھلی فضا میں نکل چلیں اور سب کچھ بھول جائیں۔ تمہاری کہیں مجھے بہت پسند آئی تھیں۔ میں پوری پوری ایمان داری سے ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔"

"فکر نہ کرو..... تمہیں جلد ہی اس کا موقع مل جائے گا۔"



"مجھے افسوس ہے پورا کیسی لنسی....." رحمان صاحب نے سفیر سے کہا۔ "لڑکی کا ابھی تک

سراغ نہیں مل سکا۔"

"سفیر خود ہی ان کے دفتر تک آیا تھا۔ سر سلطان اس کے ساتھ تھے۔"

"میں اس وقت لڑکی کے لئے نہیں آیا۔"

"فرمائیے..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میرا وہ سیکریٹری جو کسی درندے کا شکار ہوا تھا شاید پہلے ہی سے خود کو خطرے میں محسوس

کر رہا تھا۔"

"اوہ..... بھلا وہ کس طرح پورا کیسی لنسی.....؟"

"اس کی نجی ڈائری کے اندراجات یہی ظاہر کرتے ہیں۔ پروفیسر والے حادثے سے تین دن

قبل کی تاریخ میں اس نے جو کچھ لکھا ہے اس کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے۔"

"کیا آپ وہ ڈائری مجھے دکھانا پسند کریں گے۔"

"کیوں نہیں.....! میں اسی لئے یہاں آیا ہوں۔ لیکن اس وقت ڈائری میرے پاس نہیں

ہے۔ کیا آپ سفارت خانے تک نکل سکیں گے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے پورا کیسی لنسی۔ امیں فی الحال آفس نہیں چھوڑ سکوں گا۔"

"جب تو دشواری ہوگی۔"

"میں سمجھا نہیں..... پورا کیسی لنسی.....!"

"بعض وجوہ کی بنا پر ڈائری سفارت خانے سے باہر نہیں لے جانی جاسکتی۔"

"آپ اس خاص تحریر کی نقل بھی مجھے بھجوا سکتے ہیں۔"

"ہوں..... اچھا میں دیکھوں گا۔" سفیر بے حد فکر مند نظر آنے لگا۔

رحمان صاحب اُسے بغور دیکھے جا رہے تھے۔ دفعتاً بولے "آخر مجرم اپنی ان حرکتوں سے

کسے مر عجب کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب.....؟" سفیر چونک پڑا۔

"مطلب صاف ہے..... پروفیسر سیکس اور فرسٹ سیکریٹری کو سائیلنٹر لگے ہوئے پستول

سے بھی قتل کیا جاسکتا تھا۔ آخر درندگی کے اسی مظاہرے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یقیناً..... یقیناً..... یہی تو باعث تشویش تھی.....!" سفیر کے لہجے میں بوکھلاہٹ تھی۔

"خدا اب مجھے بتائیے کہ آپ کو کس قسم کی دھمکی ملی ہے۔"

”مجھے؟... نہیں تو!“ سفیر کی سراسیمگی پر سر سلطان نے چونک کر رحمان صاحب کی طرف دیکھا۔

رحمان صاحب کی نظریں سفیر پر تھیں۔ اس نے سنبھالا لے کر کہا: ”اچھی بات ہے میں کوشش کروں گا کہ ڈائری کی مذکورہ تحریر کی نقل آپ تک پہنچ جائے۔“

پھر سفیر تو رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن سر سلطان وہیں رک گئے تھے۔

”کیا قصہ ہے مجھے بھی تو کچھ بتاؤ!“ سر سلطان نے رحمان صاحب کو مخاطب کیا۔

”تم اپنے قصے مجھے کب بتاتے ہو۔“

”میں کیا بتاؤں!“

”یہ ویسٹر میکس حکومت کا مہمان کیوں تھا...؟“

”یہ میرے شکے کا راز ہے۔“

”پھر میں اپنے شکے کے راز تم پر کیسے ظاہر کر سکتا ہوں۔ ویسے تم یہ تو بتا ہی سکو گے کہ وہ تمہارے ساتھ یہاں کیوں آیا تھا۔“

”اس سے زیادہ نہیں جانتا جتنا اس نے ابھی جھپٹا تھا۔“

”یہ اطلاع مجھے فون پر بھی دی جا سکتی تھی۔ سفیر کا رویہ حیرت انگیز ہے اور تم نے دیکھا

دھمکی دہلی بات پر کس طرح تروس ہو گیا تھا۔“

”ہاں... امیر اخیال ہے کہ اس کی اپنا کف سراسیمگی کی تہہ میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔“

”ہاں اب تم اپنا کام دیکھو... میں اپنا دیکھوں گا۔“

”عمران کہاں ہے...؟“

”میں نہیں جانتا...“ رحمان صاحب نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

”لڑکی تمہاری کو خسی سے غائب ہو گئی اس پر حیرت ہے۔“

”سفیر سے تمہارے وہ ستارہ تعلقات کیا؟“ رحمان صاحب نے بات اڑا کر کہا اور سر

سلطان انہیں جھکی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ”لڑکی کی بازیابی بے حد ضروری ہے۔“

”یہ میرا دوسرا ہے میں ہی دیکھوں گا تم خود کو اٹھو پریشان ہو رہے ہو۔“

”اوہ وہ کس کے سلسلے میں تمہاری یادداشت نے کچھ مولا فراہم کیا یا نہیں۔“

”نہیں... میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے۔“

”لڑکی اس کی توسط سے تم تک پہنچی تھی۔“

”اور کسی کا نام بتاتے بغیر غائب بھی ہو گئی۔“ رحمان صاحب کے بے حد سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”تم کچھ چھپا رہے ہو رحمان۔“

”راز ڈائری ہی میرے شکے کی اصل کارکردگی ہے۔ ویسے کیا تم بتا سکو گے کہ یہ ویسٹر میکس کی سفارش کس نے کی تھی۔“

”میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”کسی منصوبے کی تکمیل ہی کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کی گئی ہوں گی۔ اس کے

لئے کس نے سفارش کی تھی...؟“

”سائنسی تحقیقات کے ادارے کے ایک رکن نے۔“

”غالب اس کا نام بتا دینے میں کوئی حرج نہ ہو گا۔“

”ڈاکٹر شہریار۔“

”اوہ...“ رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے۔

سر سلطان انہیں پر تشویش نظروں سے دیکھتے رہے پھر اٹھتے ہوئے بولے۔ ”میں جا رہا

ہوں۔ عمران کا سر اٹھنے تو مجھے مطلع کرنا۔“

”کیوں...؟ کیا بات ہے۔“ رحمان صاحب نے تھک لہجے میں کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ مجھ

سے زیادہ تمہارے قریب ہے۔“

”ہے تو... لیکن نہ جانے کیوں وہ اس معاملے میں مجھ سے بھی راز ڈال رہی ہے۔“

رحمان صاحب نے کچھ کہے بغیر الوداعی مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ سر سلطان کے

رخصت ہو جانے کے بعد عمران بائیں جانب والے دروازے سے نمودار ہوا اس وقت بھی وہ

معمور بناؤ فونی کے میک اپ میں تھا۔

”میں نے غلط تو نہیں کیا تھا۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”ہوں...“ رحمان صاحب نے پر غکرا انداز میں سر کو جھینش دی۔

”وہ آپ کو سفارت خانے لے جانا چاہتا تھا۔“

”دھمکی کے حوالے پر وہ کسی قدر حواس باختہ بھی ہو گیا تھا۔“

”بس تو یہ ثابت ہو گیا کہ پروفیسر اور سیکریٹری والا طریقہ قتل محض دوسروں کو دھمکانے کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔“

”لیکن سفیر کی طرح بھی اس کا اعتراف نہیں کرے گا کہ کسی نے اُسے دھمکی دی ہے۔“

”میں صرف اتنا چاہتا تھا کہ آپ میرے اس نظریے سے متعلق ہو جائیے۔“

رحمان صاحب خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔ عمران چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔

”آپ یہاں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ آپ کے کسی ماتحت کو بھی ایسی ہی موت کا خوف دلا کر کام نکالا جاسکتا ہے۔“

”میرا بھی خیال ہے۔ سفیر سے گفتگو کے بعد میں نے بھی یہی سوچا تھا۔“

”نفر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”وینے

ڈاکٹر شہریار سے ہیری فان سے متعلق کسی قسم کی گفتگو ہوئی تھی...؟“

”تم کیا جانو۔“ رحمان صاحب چونک کر اُسے گھورنے لگے۔

”ڈاکٹر شہریار کے نام پر میں نے آپ کا رد عمل دیکھا تھا۔“

”تم ٹھیک سمجھے۔ اس سے محض روادری میں ایک بات ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ ہیری فان کا

ہم سے کیا تعلق... ایک بحث کے دوران میں ہیری فان کا حوالہ دیتے ہوئے مثال کے طور پر

ایک واقعہ بیان کیا تھا۔“

”شہریار عرصہ دراز تک ہیری فان کے ملک میں رہ چکا ہے۔“ عمران پر نظر لگے میں بولا۔

رحمان صاحب اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہے تھے۔ دفعتاً وہ سوال کر بیٹھے۔ ”کیا تم سر

سلطان کے لئے کام کر رہے ہو۔“

”جی نہیں...! آپ کا سایہ اپنے سر پر قائم رکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہوں۔“

”میری فکر نہ کرو۔“ رحمان صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں آپ سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ ہیری فان کے سلسلے میں آپ نے شہریار سے کیا کہا

تھا۔ لیکن اگر آپ مجھے روزانہ کے پائے پر آمد ہونے والے سرشار اور مخلول دکھا کر دیں تو بڑی

مہربانی ہوگی۔“

”کیوں...؟“

”ضرورت ہے... میں چاہتا ہوں کہ اب یہاں پھر کوئی ایسا وحشیانہ قتل نہ ہونے پائے اور

یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تیزی سے کام کیا جائے۔“

”میں پوچھ رہا ہوں تم نے اس مخلول کا مطالبہ کیوں کیا ہے۔“

”تیزی سے کام کرنے کے لئے... منطقی بحثوں کا وقت نہیں ہے۔“

رحمان صاحب نے کسی قدر ہلکے پھٹ کے ساتھ بالآخر اس کا مطالبہ پورا کر دیا تھا۔



ڈاکٹر شہریار کی گاڑی کسی طرح بھی اشارت ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ تھک بار کر اس نے

انسٹی ٹیوٹ کی گاڑی کے لئے فون کیا۔ اس وقت کسی وجہ سے انسٹی ٹیوٹ پہنچنا بہت ضروری تھا۔

وہ اوپر مڑ کر ایک خوبصورت آدمی تھا۔ صحت بہت اچھی تھی۔ معمولی گفتگو کرتے وقت بھی ایسا

لگتا تھا جیسے مقابلے کو چھڑا کھائے گا۔ اس کی موجودگی میں اس کے متعلقین اونچی آوازوں میں گفتگو

نہیں کر سکتے تھے۔

اس وقت گاڑی اشارت نہ ہونے پر ڈرائیور کی شامت آگئی تھی۔ جب تک انسٹی ٹیوٹ کی

گاڑی نہیں آگئی تھی اس پر گرجتا رہتا رہتا تھا۔ پھر انسٹی ٹیوٹ کی گاڑی دیکھ کر بھڑک اٹھا۔ پھر کی

جائے دین آئی تھی اور آگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ ایک سکیورٹی گارڈ بھی بیٹھا ہوا تھا جو آڑ کر

دین کے پچھلے حصے میں چلا گیا۔

طوعاً و کرہاً ڈاکٹر کو ڈرائیور کے برابر بیٹھنا پڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے یونٹ کر ڈرائیور سے کہا۔ ”یہ تم کو دھمکی دے رہا ہے۔“

لیکن ابھی ڈرائیور جواب نہیں دینے پایا تھا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز گروں سے آگئی اور ساتھ

ہی دین کے پچھلے حصے سے سکیورٹی گارڈ نے کہا۔ ”پہنچو! بے آواز ہے ڈاکٹر صاحب۔“

چاپ پیٹھے رہے۔“

”کیا مطلب...؟“

”نہیں... مڑ کر دیکھنے کی کوشش بھی خطرناک ثابت ہوگی۔“ گارڈ نے گرتوں پر ہتھول کا

دباؤ ڈالتے ہوئے کہہ

"آخر یہ کیا کہو اس ہے!"

"چپ چاپ بیٹھے رہتے جناب... ڈاکٹر نے نرم لہجے میں کہا۔

ٹھیک اسی وقت پیچھے بیٹھے ہوئے گارڈ نے بائیں ہاتھ سے ایک تہہ ہوا رومال ڈاکٹر شہریار کی ناک پر رکھ کر دباؤ ڈالا۔ گردن پر ہسٹول کی ٹال تھی اس لئے وہ بے ہوش نہ ہو سکا۔

پھر وہ بارہ ہوش آئے پر اس نے خود کو ہسز پر پلایا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا کیوں کہ یہ اس کی اپنی خواب گاہ نہیں تھی۔

"آرام سے لیٹے رہتے جناب...!" وقتاً بابتیں جناب سے آواز آئی۔ لہجہ غیر ملکی تھا اور مخاطب کرنے والا کوئی مرد نہیں تھا۔ بڑی خوب صورت سفید قام عورت تھی۔

"نہ... میں کہاں ہوں...!" ڈاکٹر بھلایا۔

"ابھی تک دوستوں میں ہی ہوں۔"

"سوال یہ ہے کہ اس طرح مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے کیا تم لوگ میری پوزیشن سے واقف نہیں ہو...؟" ڈاکٹر نے اپنے فطری اکھڑے کا مظاہرہ کیا۔

"ہم جانتے ہیں جناب... لیکن ہم جس شخص کے لئے کام کر رہے ہیں وہ بھی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔"

"کون ہے وہ...؟" ڈاکٹر دھڑکا... اور اسی وقت ایک خوف ناک شکل والا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ جس کی پھولی ہوئی بھدی ناک کے نیچے کھنٹی موٹھوں کے سائبان لے پورے دہانے کو ڈھانپ رکھا تھا۔

"میں ہوں...!" اس نے ڈاکٹر کو گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"میں حرکت کا مقصد...؟"

"تم اپنا اپنی توازن کو بیٹھے ہو۔ اس لئے بغرض علاج جنہیں یہاں لایا گیا ہے۔"

"یہ کیا کہو اس ہے...!" ڈاکٹر حلق پھاڑ کر دہڑا۔

"پانگوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا...!" خوف ناک چہرے والے نے جواب دیا۔

"میں جنہیں کوئی مارہ وں گا۔"

تصویر کی موت

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے...!" دوسرا بلا کر بولا۔ "جب چاہے مار دینا لیکن اس وقت میری ایک بات مان لو۔"

"شٹ اپ...!"

"ابھی بات ہے... ذرا ہمتی ملانے کر ناپڑے گا۔"

پھر اس نے با آواز بلند کسی کو پکارا تھا۔ دو آدمی داخل ہوئے اور انہوں نے ڈاکٹر شہریار کو ہسز پر پھینکا دیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" شہریار بیٹھے جا رہا تھا۔ اس نے میں بدست آدمی نے الماری کھول کر ایک ہاتھ ڈرک سرخ نکالی جس میں بے رنگ سیال بھرا ہوا تھا۔

"نہیں... نہیں... یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے۔" شہریار بے بسی سے چیخا۔ لیکن فوراً ہی سرخ کی سوئی اس کے بازو میں ڈوبتی پھل گئی۔ آواز مطلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ آنکھیں پھیل گئی تھیں اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ جڑے کے عضلات دھیلے پڑ گئے اور ٹیکس جھٹکی چلی گئیں۔ اب وہ گہری تیر سو رہا تھا۔

وہ سب کمرے سے باہر نکل گئے۔ ڈاکٹر شہریار نے پچ نہیں پھر کب آنکھیں کھولی تھیں۔ کچھ دیر تک اُس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے ماری نظر آ رہا تھا پھر ایک جگہ نہ سال میں کھنچاؤ سہید ا ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بے حد خوف زدہ آدمی نظر آنے لگا۔ کچھ بیٹھا تھا لیکن اس طرح گھٹنوں میں سر دے رکھا تھا جیسے گرد و پیش کا جائزہ لینے کی بھی نہ تیر رہتا ہو۔ اعتبار وازہ کھٹنے کی آواز پر چونک پڑا اور پھر آنے والے پر نظر پڑتے ہی ہکالنے لگا۔ "ت... تم... تم تو عمران ہی ہو نا۔ رحمان کے بیٹے...!"

"ہاں... انکل...!"

"اچھا... اچھا... مجھے یہاں سے لے چلو... جہاں تم نے کیا چاہتے تھے۔"

"کہاں لے چلوں...؟" عمران نے حیرت سے کہا۔ "آپ میرے کمرے میں ہیں۔"

"تمہارے کمرے میں ہوں۔" ڈاکٹر خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں انکل میں نے آپ کو ایک جگہ سڑک کے کنارے بیٹھ کر پالیا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ...!" ڈاکٹر پچھلے انداز میں بولا۔ "وہ لوگ مجھے زبردستی لے گئے تھے"

اور پھر پائل کہہ کر میرا طاق کرنے لگے تھے۔“

”حیرت انگیز۔“ عمران نے اتفاقاً انداز میں آنکھوں کو گردش دی پھر ایک بیک اچھل کر بولا۔ ”اگرے ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا آپ کے کوٹ کے کنارے یہ کارڈ پائن کیا ہوا تھا۔ یہ دیکھئے۔“ عمران نے ایک چھوٹا سا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا جس پر ”ہیری فان“ لکھا ہوا تھا۔

”اگرے یہ کیوں...؟“ وہ حیرت سے اس کارڈ کو گھورتا ہوا بولا۔ ”اگر یہ ہیری فان کی حرکت تھی تو اس کو کیا کہا جائے۔“

”اوہ... تو کیا یہ کسی کا نام ہے۔“

”ہاں... یہ میرا دوست ہے... ہم دونوں نے کئی سال ساتھ گزارے ہیں۔“

عمران نے تھیںکی انداز میں سر کو جنبش دی۔ اسکی آنکھوں سے گہری طرہایت جھلک رہی تھی۔

”کیا اسے آپ کے ساتھ ایسی حرکت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔“

”اسی پر تو مجھے حیرت ہوئی تھی میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ ہیری فان یہاں موجود ہے۔ میں نے ہی تو اسے یہاں بلوایا تھا۔“

”تب تو سخت نامقول آدمی معلوم ہوتا ہے۔ مگر کیوں بلوایا تھا۔“

”بھئی اس کا ایک کام تھا۔ وہ جو تمہارے والد صاحب ہیں نا ان کے قبضے میں اس کے خلاف کچھ ایسے ثبوت ہیں جو اس کا کیریئر تباہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اسے مطلع کر دیا تھا پھر جب وہ یہاں آیا تو ہم نے ایک اسکیم بنائی۔“

”واقعی...؟“

”ہاں... پھر وہ واپس چلا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اسی کی بنائی ہوئی اسکیم کے مطابق حکومت کو مشورہ دے کر ایک کیڈاوان پر وفیسر میکس کو یہاں بلوایا۔“

”اوہ... وہی پر وفیسر میکس تو انہیں جسے کسی جانور نے مار ڈالا۔“

”ہاں... ہاں... وہی پتہ نہیں کس جانور نے اسے مار ڈالا... کیوں مار ڈالا...؟“

”آپ نے کس سلسلے میں اسے بلوانے کا مشورہ حکومت کو دیا تھا...؟“

”ایک ایسی دوا کی تیاری جو ہجر موموں سے اعتراف جرم کرانے کے سلسلے میں مدد و معاون ثابت ہو۔ اعتراف جرم کرانے کے لئے تھوکرنا پڑتا ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس طریقے کو

حرک کر دیا جائے۔ پر وفیسر میکس ایسی بہترین ادویات کا موجد تھا۔“

”بہر حال آپ نے اسے ہیری فان کے مشورے پر دیا تھا۔“

”ہاں... اسی نے مجھے مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ پر وفیسر میکس کی توسط سے وہ اپنا مقصد بھی حاصل کر لے گا یعنی دوسارے ثبوت جو اس کے خلاف تمہارے والد کی توبیل میں ہیں اس کے قبضے میں آجائیں گے۔“

”بھلا وہ کس طرح...؟“ عمران نے پوچھا۔

”یہ تو اس نے نہیں بتایا تھا۔“

”ہیری فان کے بارے میں آپ اور کیا جانتے ہیں۔“

”بس اتنا ہی کہ وہ اپنے ملک کی انقلابی پارٹی کا لیڈر ہے اور وہاں کی ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ جب میں وہاں مقیم تھا میں نے بھی اس کی پارٹی کے لئے کام کیا تھا۔ مجھے بھی ڈکٹیٹر شپ سے نفرت ہے خواہ وہ کسی ملک میں قائم ہو۔“

”ہیری فان کہاں مقیم ہے...؟“

”یہ اس نے نہیں بتایا۔ اتنا حیرت انگیز آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزر رہا جانتے ہو وہ ایک پٹھان کے گھمبیر میں میرے پاس آتا ہے اور کسی پٹھان ہی کی طرح پشت بول سکتا ہے۔“

”آپ کا چوکیدار بھی تو پٹھان ہی ہے۔“

”ہاں... ہاں... دونوں میں گارمی جھڑپی ہے۔ لیکن آخر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کیوں کی...؟“

”اسے بھول جائیے... میں دیکھ لوں گا۔ آپ کے چوکیدار کو اس نے اپنا کیا نام بتایا ہے۔“

”درویش خان۔“

”ٹھیک ہے۔ اب آپ اس کے بارے میں کچھ نہ سوچئے... میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔“

”اب میں گھر جانا چاہتا ہوں۔“

”نہیں! آپ اس وقت تک یہیں رہیں گے جب تک کہ ہیری فان سے نہ معلوم کر لوں کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔“

”ابھی بات ہے... تم کہتے ہو تو میں یہیں رہوں گا۔“

"ایک بات اور... میرے والد صاحب کے پاس اس کے خلاف کس قسم کے ثبوت ہیں جو اس کا کیریئر تباہ کر دیں گے۔"

"ان کا کہنا ہے کہ حقیقتاً ڈاکٹر کا چلو ہے۔ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس نے انقلابی لیڈر ہونے کا ڈھونگ رچایا ہے۔"

"اچھا... اچھا... میں سمجھ گیا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم بہت اچھے لڑکے ہو۔"

"شکریہ...! یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی ویسے جی ری فان کا پرو فیسر کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"وہ بھی پریشان ہے۔ ابھی تک پتہ نہیں لگا سکا کہ پرو فیسر کی موت میں کس کا ہاتھ تھا اور شاید ہماری پولیس بھی اس میں ناکام رہی ہے۔"

"اچھا اب آرام فرمائیے۔" عمران نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر کمرے سے چلا گیا۔

ڈاکٹر شہریار کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ جیسے خدا و خال دھیلے پڑ گئے تھے اور آنکھوں میں خوف کی پڑچائیں گویا ہم کر رہ گئی تھیں۔



رحمان صاحب آفس تک محدود ہو کر رہ گئے تھے اور گھری گھرائی انکس ٹو کے ماتحت کر رہے تھے۔ عمران نے اسے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ رحمان صاحب گھری گھرائی کے لئے اپنے جھگے کے کارڈ کا انتظام کرتے یا پولیس کی مدد طلب کرتے... دراصل اس معاملے میں رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ یہ بات صرف باپ بیٹے کے درمیان رہی تھی کہ جی ری فان کا اثناء حقیقتاً رحمان صاحب تھے۔ انہوں نے اس سلسلے میں کوئی باضابطہ کارروائی نہیں کی تھی۔

عمران روز اسمیت ساحلی علاقے کے ہسٹ میں مقیم تھا۔ فرسٹ کے اوقات میں دونوں کسی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اس وقت بھی عمران اسے کہیں لے جا رہا تھا۔

"ہم دونوں بالکل چپائی ہوتے جا رہے ہیں۔" روز ابولی۔ "لیکن تم نہیں...! صرف میں تمہاری قومیت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔"

"گدھے دنیا کے ہر حصے میں رہتے ہیں۔" عمران نے غلطی سافس لے کر کہا۔

"تم واقعی عجیب ہو... کبھی بالکل معلوم ہوتے ہو اور کبھی بہت بڑے ہوش مند... اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مرد بالکل نہیں معلوم ہوتے۔"

"اب تم مجھے غصہ دار ہی ہو۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یقین کرو...! ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی عورت کے ساتھ دن گزار رہی ہوں۔"

"اگر میں ایسا نہ ہوتا تو میرا باپ کبھی مجھے تمہارے حوالے نہ کرتا۔"

"اچھا بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔" وہ بھٹا گئی۔

"بہت اچھا...! عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

وہ کچھ دیر نہ اسامہ بنائے خاموش ٹھہری رہی پھر بولی۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"اب ہم ایک خاندان کے ساتھ مہمانوں کی طرح رہیں گے۔"

"کیا مطلب...؟"

"ہم ڈاکٹر شہریار کے مہمان ہیں۔"

"یہ کیا بابا ہے...؟"

"اس نے ہمیں بحیثیت مہمان قبول کر لیا ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہاں عورتیں بھی ہیں۔ تم ان سے انگلیں میں گفتگو کر سکو گی۔"

"دیکھو...! تمہیں پھر آگاہ کر رہی ہوں کہ مجھے چپائی نہیں آتی۔"

"مجھے کب آتی ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر نام ڈاکٹر سکنا رہے اور تم سسر سکنا رہے۔"

"کہو اس مت کرو۔" تم صورت سے مردہی نہیں لگتے شہر کیا معلوم ہو گئے۔"

"دنیا میں بہترے شوہر ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی...؟"

"اسی اسکیم کا ایک حصہ ہے جس کے تحت ہم جی ری فان پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔"

"یقین کرو اب مجھے اس کی بھی پروا نہیں ہے کہ میں اپنے ملک والیج ہاسکول کی یا نہیں۔"

"لیکن میں اس دوست کے گریبان پر ضرور ہاتھ ڈالوں گا جس نے ایک دوست کو ذاتی مفاد پر قربان کر دیا۔ جی ری فان کتابتاً بڑا فرائیڈ ہے۔ یہ میں تمہارے ہم وطنوں کو بتاؤں گا۔"

"مجھے کسی جج سے دل چسپی نہیں رہی۔" روزانے بیڑی سے کہا۔ "میرا باپ مر گیا۔ اب میرا دنیا میں کوئی بھی نہیں۔"

"اپنا تو پھر تم کیا چاہتی ہو..."

"کچھ بھی نہیں۔"

"لیکن میں تو اس آدمی کو نہیں چھوڑ سکتا جس نے میرے ملک میں چار ڈنڈے ختم کی ہیں۔"

"چار کون...؟ کیا وہ اور بھی مارے گئے... وہ کون تھے..."

"مقامی آدمی، جو بیڑی خان کے لئے کام کرتے تھے۔"

"پتہ نہیں آدمی کب خود کو پہچان سکے گا۔"

"اس لئے کوشش نہیں کرتا کہ خود کو پہچان لینے کے بعد الو ہو کر رہ جائے گا۔"

"وہ کس طرح..."

"آدمی میں رکھائی کیا ہے جسے پہچان کر وہ کسی فائدے میں رہے گا۔ اسے تو بیل سونے اور جو اہرات کی کانوں کی تلاش میں رہنا چاہئے۔"

"خیر ختم کرو... میں کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اس ملک اب میں کسی کی بھی مہمان نہیں بن سکتی۔"

"تو پھر کیا میں تمہیں سزا کرکھاؤں۔"

"مجھے پولیس کے حوالے کر دو..."

"کیوں..."

"میں بیڑی خان کی شریک جرم تھی۔ میں نے جرم کا اعتراف بھی کر لیا تھا پھر مجھ پر یہ سزا دے دی۔"

"تم مظلوم ہو... اس لئے... وہ وہ انتہا میں جرم میں شریک نہیں تھیں۔"

"کیوں نہیں... میں وہ انتہا میں جرم میں شریک تھی۔ تمہارے باپ پر قابو پا کر انہیں بیڑی خان کے پاس لے جاتی۔"

"جس میں یہ ہمارا کر لیا گیا تھا کہ تمہارے باپ کے قتل میں میرے باپ کا ہاتھ ہے اور اسی اعتراف کرانے کے لئے بیڑی خان ان پر قابو پانا چاہتا تھا۔"

"کچھ بھی ہو... میں شریک جرم تھی۔"

"میں نے اور میرے باپ نے تمہیں معاف کیا... اب کہو۔"

"تم عجیب لوگ ہو... میری کچھ سے باہر... خیر ہو گا کچھ... میں کسی کی مہمان نہیں بننا چاہتی۔ یا تو اسی ہٹ میں تمہارے ساتھ رہوں گی یا پھر مجھے جیل بھجوا دو۔"

"اچھی بات ہے...! ہم ڈاکٹر شہر پار کے مہمان نہیں بنیں گے۔ لیکن ہمیں ان کے گھر تک بہر حال چلنا ہے۔"

روزانے بار کچھ نہ بولی۔ عمران کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب اس نے گاڑی روکی اور نیچے اتر کر بوتھ کے اندر چلا گیا۔ روزانے منتظرانہ انداز میں بوتھ کی طرف دیکھتی رہی۔

عمران کچھ دیر بعد واپس آکر گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ "فی الحال میں تمہارا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب..."

"ایک سوئس لڑکی جس میں کسی محفوظ مقام پر لے جانے کی اور میں جلد ہی پھر تم سے آملاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے...! وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن وہ مجھ سے کسی قسم کی پوچھ کچھ تو نہیں کرے گی۔"

"قلعی نہیں... بے فکر ہو...! عمران نے کہا اور گاڑی حرکت میں آگئی۔

کچھ دیر بعد پبلک گاڑی کے قریب اس نے پھر گاڑی روکی تھی۔ روزانہ ناشی سے گروہ پیش کا جائزہ لیتی رہی پھر دوبارہ عین منت بعد ہی ان کے قریب ایک گاڑی آکر رکی جسے جالیا یا فلیٹر والا ڈرائیو کر رہی تھی۔

"چلو اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔" عمران نے نیچے اتر کر روزانے کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

روزانے مشتعل انداز میں اس کی بدانت پر عمل کیا تھا۔ جو لیا نے عمران کو گھورتے ہوئے گاڑی اشارت کی۔

عمران پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ اب اس کا رخ عالم گیر روڈ کی طرف تھا۔ پورا سب سے غصے سے اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ریڈیو میڈ میک اپ نکالا اور اسے ٹاک پرفٹ کرتے ہوئے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی۔ جاپانی بناوٹ والی سپاٹ آنکھوں کے نیچے یہ میک اپ

کچھ کا کچھ ہو گیا۔ منگول قتل کے کسی چرواہے کی سی شکل اکل آئی تھی۔ گاڑی تیز رفتاری سے مسافت طے کرتی رہی پھر کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر شہریار کی کوٹھی کے سامنے رکی تھی۔ چنانچہ پر ایک آدمی موجود تھا۔ اس نے عمران کو بڑے غور سے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ چلا ہوا گاڑی کے قریب آگیا۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ ڈاکٹر شہریار کا چہرہ کیدار نہیں ہے!

”چو کیدار کہاں ہے...؟“ اس نے پشتوں میں پوچھا۔

”آپ کون ہیں...؟“ پشتوں میں اس سے سوال کیا گیا۔

”درویش خان... حیدر گل کہاں ہے...؟“

”اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”مجھے اس کے پاس لے چلو... بہت ضروری کام ہے۔“

”اپنی کوٹھری میں ہے۔“

عمران اپنی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ ”چلو۔“

عمارت کے قریبی پارک کے سرے پر سرورینٹس کو اتر دیا تھا۔ انہی میں سے ایک میں ڈاکٹر کا چو کیدار حیدر گل پڑا ہوا تھا۔

”حیدر گل مجھے ڈاکٹر صاحب نے بھیجا ہے۔“

”کہاں ہیں ڈاکٹر صاحب...؟“ حیدر گل نے انھنے کی کوشش کی۔

”لینے رہو... پریشانی کی بات نہیں۔ وہ کل سے ایک ضروری کام میں مشغول ہیں۔ انہوں نے درویش خان کو بلایا ہے۔“

”یہ ہے درویش خان...؟“ حیدر گل نے اس آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا جو عمران کو یہاں تک لایا تھا۔

وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ ”ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں...؟“

عمران نے اسے باہر پٹنے کا اشارہ کیا۔ وہ اس کے ساتھ چلا، لیکن اس کی آنکھوں سے بہہ اطمینانی جھانک رہی تھی۔

”وہ اپنی مضائقہ کوٹھی میں ہیں۔“ عمران نے درویش خان سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہیں۔ انہوں نے قسمیں کھائی ہیں۔“

”ایسی کیا پریشانی ہے کہ دونوں سے گھر والوں کو بھی پریشان کر رکھا ہے؟“ درویش خان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”بھائی...! میں نہیں جانتا... اور ہاں وہ کچھ خوف زدہ سے بھی دکھائی دیتے ہیں۔“

”آپ کون ہیں...؟“

”میں ان کا ایک قریبی دوست ہوں۔“

گاڑی کے قریب پہنچ کر عمران نے اس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔



رحمان صاحب نے اچھی طرح اطمینان کر لیا تھا کہ فون کال عمران ہی کی تھی۔ اس کے بعد انہیں اس کے ایک مشورے پر عمل کرنا پڑا تھا۔ اس نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ وہ اپنے دفتر سے ایک ہند گاڑی میں کہیں لے جائے جائیں گے۔

رحمان صاحب پہلے ہی سے آکٹاوت کا فکارتے اور اس صورت حال سے چھٹکارا چاہتے تھے۔ اس لئے بے چون و چرا دفتر سے نکل کر اس گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔

سفر آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ رحمان صاحب مسلح تھے۔ گاڑی سے اترے تو دایاں ہاتھ باغلی ہو لیسٹر پر تھا اور ڈرائیور انہیں ایک عمارت کی طرف لے جا رہا تھا۔ جس کے چاروں طرف دور دور تک کھیت اور باغات پھیلے ہوئے تھے۔ رحمان صاحب قطعی انداز نہ لگا سکے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ بیٹے کی اقدام طبع سے بخوبی واقف تھے اس لئے کسی شک یا پت کے بغیر عمارت میں داخل ہو گئے۔ ڈرائیور انہیں ایک کمرے میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ کمرے میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ دفعتاً بائیں جانب سے ایک دروازے کا پردہ ہٹا اور ڈاکٹر شہریار کمرے میں داخل ہوا۔

”تم...؟“ رحمان صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

”بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ... میرے دوست...! ڈاکٹر شہریار کی آواز کانپ رہی تھی۔“

رحمان صاحب اس میں کوئی تبدیلی محسوس کر رہے تھے۔ انہیں بیٹھے کو کہتا ہوا وہ خود بھی بیٹھ گیا۔ رحمان صاحب حیرت تھے۔ انہیں قطعی علم نہیں تھا کہ عمران کے ذہن میں کیا ہے یا یہاں شہریار کی موجودگی کا کیا مقصد ہے اور شہریار تو اب اس طرح کم سم بیٹھا ہوا تھا جیسے اپنے علاوہ کسی

اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔ رحمان صاحب اسے مخاطب کرتے ہی والے تھے کہ ایک جاپانی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو ڈاکٹر..." اس نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

"مم... میں... بیٹھا ہوں۔" ڈاکٹر یو کھلا کر بولا۔

"اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"بہت اچھا..." ڈاکٹر کہتا ہوا اٹھا اور اسی دروازے سے نکلا چلا گیا جس سے لڑکی داخل ہوئی تھی۔

رحمان صاحب کا ہاتھ بغل کے نیچے رویا اور کے دستے پر پہنچ گیا۔

"تم کون ہو..." انہوں نے لڑکی کو مخاطب کیا۔

"میں روزا میکس ہوں جناب..." وہ ان کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولی۔

"عمر ان کہاں ہے..."

"معلوم نہیں..." ڈاکٹر کے سلسلے میں تشویش کی کوئی بات نہیں۔ اس پر آپ کے بیٹے نے وہی لٹو آزمایا ہے جسے میرے ذریعے آپ پر آزمایا جانا تھا..."

"اوہ..." رحمان صاحب دم بخور ہو گئے۔

"آئیے..." میرے ساتھ..."

"ظہیر..." تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم روزا میکس ہو..."

"میں میک اپ میں ہوں جناب..." آپ کے بیٹے..."

"ٹھیک ہے..." چلو..." رحمان صاحب نے کہا۔ انہوں نے اس کی آواز پہلے ہی پہچان لی تھی لیکن مزید اطمینان کرنا چاہتے تھے۔

وہ انہیں دوسرے کمرے میں لائی اور ایک کھڑکی کے قریب آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ پردہ ہوا تھا۔ پردہ تھوڑا سا سر کاٹا گیا اور رحمان صاحب حیر ہو گئے کیوں کہ دوسرے کمرے میں ان کا ایک ہم شکل صوفے پر بندھا ہوا تھا۔ ذرا پر اب بھی تو فرق نہیں تھا۔ رحمان صاحب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اپنی تصویر دیکھ رہے ہوں۔ وہ روزا کی طرف مزے ہی تھے کہ اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموشی سے اشارہ کیا۔ رحمان صاحب اپنے ہم شکل کو پھر دیکھنے لگے۔

دو تھن آہی کمرے کا پردہ ہٹا اور ڈاکٹر شہریار ایک پٹھان کے ساتھ اندر داخل ہوا جو اپنے رونا کی لباس میں کوئی بڑا بھگیر دار معلوم ہو رہا تھا۔

"ارے..." پٹھان رحمان صاحب کے ہم شکل پر نظر پڑتے ہی بیوقوفانہ گھبرا گیا۔ پھر ڈاکٹر شہریار سے بغل گیر ہوتا ہوا بولا۔ یہ کام کیا ہے تم نے ڈاکٹر... ایک لاکھ ڈالر... اور یہ ایک لاکھ ڈالر سوئیز لینڈ میں اپنے لئے محفوظ رکھو..."

پٹھان بڑی روانی سے انگریزی بول رہا تھا کسی اہل زبان کی طرح۔

رحمان صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔ دوسرے کمرے میں ان کا ہم شکل بے حس و حرکت پڑا تھا۔

"تکریہ کیوں کر ممکن ہوا..." پٹھان نے ہم شکل کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

"کافی میں خواب آور دوا دے کر باندھ لیا..." ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا وہ پٹھان کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ پٹھان آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس صوفے کے قریب پہنچا جس پر رحمان صاحب کا ہم شکل بندھا پڑا تھا۔

"مسٹر رحمان..." آؤ تم کر بولا۔ "اس وقت میری فائونٹین سے مخاطب ہے..."

"ہم شکل خوف زدہ و انداز میں چلکیں بچہ کا تار..."

"کیا یہ نام تمہارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا..." میری فائونٹین سے مخاطب ہے..."

"لیکن ہم شکل پہلے ہی کی طرح دم بخور پڑا رہا..."

"سنو..." اس نے تمہیں مہلت دی تھی۔ ورنہ تمہارے گھر کا ایک ایک فرد میری درندگی کا شکار ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے تمہارے چالاک بیٹے نے کسی طرح اس کتے پر قابو پا لیا ہو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ میں جس کتے کو بھی چاہوں بارہ گھنٹے میں ورنہ ہلا سکتا ہوں..."

نونا موش ہو گیا اور پھر رحمان صاحب نے اپنے ہم شکل کی بھرائی ہوئی آواز سنی۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو..."

"وہ کائنات جو تم نے تین سال پہلے پر چھٹی ایک مٹر سلوار سے حاصل کئے تھے..."

"جی... سنو..."

"پھر تمہیں میرے منطوق دو ہاتھ کیسے معلوم ہوئی تھیں جن کا ذکر تم نے ڈاکٹر شہریار سے..."

"لڑکی...! میں تجھ سے سمجھ لوں گا۔" ہیری فان دانت چپک کر فرمایا۔

ٹھیک اسی وقت کسی طرف سے ایک دسی ہیری فان پر گری وہ لڑکھایا اور پھر سچت کی طرف اٹھتا ہوا گیا۔ اس کی کمر دسی کے پھندے میں جکڑی ہوئی تھی بالآخر روشن دان کے قریب پہنچ کر وہ فضا میں بھٹکے الگ روشمہ وان سے گزر کر دوسری طرف نکل جانے والی دسی شاید کہیں باغیچہ دی گئی تھی۔ پھندے کی گروہی جگہ تھی کہ ہیری فان اسے ہاتھ لگانے سے قاصر تھا۔ وہ ملحق چار چار کروڑ ہزار رہا۔



اسی شام رحمان صاحب گھر پر عمران کے منتظر تھے۔ روزانہ کی سادگی تھی۔

"آپ اپنے بیٹے کو کچھ دنوں کے لئے کسی دماغی ہسپتال میں داخل کرنا چاہتے ہیں؟" اس نے رحمان صاحب سے کہا۔

"کیوں...؟" رحمان صاحب کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"کیا آپ اسے صحیح الدماغ سمجھتے ہیں...؟ سوال یہ ہے کہ آخر اس ڈرامے کی کیا ضرورت تھی۔ جس وقت اس نے ہیری فان پر قابو پایا تھا اسی وقت ہتھکڑیاں وال دی ہوئیں۔"

"وہ بالکل صحیح الدماغ ہے ابھی لڑکی۔" رحمان صاحب آہستہ سے بولے "اس نے کڑاگ اسی لئے پھیلایا تھا کہ تم مطمئن ہو جاؤ اور سفیر بھی صحیح حالات سے واقف ہو جائے ورنہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہیری فان گرفتار ہونے کے بعد ان سب باتوں کا مترادف کر لیتا۔"

روزانہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر سر ہلا کر بولی۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں اس نے مجھے یہ یاد کرانے کی کوشش کی تھی کہ میرا باپ ڈیوڈ بکسر اور بیٹیاں کی حکومت کے مابین سازش کا شکار ہوا ہے۔ اسی طرح انقلابی پارٹی کے سارے الزکان ایک ایک کر کے ختم کر لائے جائیں گے۔ اگر وہ سب ہمارے ملک میں بادے گئے تو عوام ڈیوڈ بکسر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

"بہر حال اب تم مطمئن ہو گئیں۔"

"جی ہاں... آپ کا اور آپ کے بیٹے کا بہت بہت شکریہ۔ اگر وہ پاگل نہیں ہے تو بہت عقیم ہے۔"

"کیا مطلب...؟"

"وہ کسی کی سب سے بڑی سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

رحمان صاحب کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی جسے احساس فکر کے اظہار کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر روزانہ نے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھے یہاں کی شہریت مل جائے اب میں واپس نہیں جانا چاہتی۔"

"ایک بار تو تمہیں واپس جانا پڑے گا اس کے بعد کوشش کی جائے گی کہ تمہیں یہاں کے حقوق شہریت مل جائیں۔"

روزانہ پھر کسی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولی۔ "مجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ کے ملک کا آدمی ہیری فان کے چکر میں کیوں پڑ گیا۔"

"ڈاکٹر شہریار...!" رحمان صاحب طویل سانس لے کر لے لے۔ "بہت دنوں تمہارے ملک میں رہ چکا ہے۔ اس زمانے میں وہ بالکل مفلس تھا۔ محنت مزدوری کر کے تعلیم حاصل کرتا رہا تھا۔ اس وقت اسے ساری دنیا کے اٹھائیوں سے بہرہ دہی تھی لیکن جب خود صاحب جائیداد ہو گیا تو پھر ہیری فان اسے صرف ایک دوست کی حیثیت سے یاد رکھ گیا اور مزید ہوس نے اسے اس راہ پر ڈال دیا۔ اگر ہیری فان مجھ پر قابو پایا تو ایک لاکھ ڈالر اس کے تھے۔"

"بلیک میلر سلوار کا کیا قصہ تھا...؟"

"سلوار جیسا کہ میں بھی تھا اور بلیک میلر بھی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے ہاتھوں اپنی گرفتاری سے پہلے وہ ہیری فان کو بلیک میل کر کے اس سے بڑی بڑی رقومات وصول کرتا رہا ہو۔ بہر حال ہیری فان سے متعلق کاغذات اسی کے قبضے سے برآمد ہوئے تھے۔"

دفعہ بارہ سے آواز آئی۔ "کیا میں اندر آسکتا ہوں...؟"

رحمان صاحب کا خوش گوار موڈ بدل گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے عمران کی آواز نے حقیقی طور پر انہیں اس فقیر سے دوبارہ کر دیا ہو۔ "آجائو۔" وہ فرمائے۔

عمران کمرے میں داخل ہوا اور سر جھکائے کھڑا رہا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

"جی... بہت اچھا...!" اس نے بول کھائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ تم لڑکیوں میں جاؤ۔" رحمان صاحب نے روزانہ سے کہا اور وہ عمران کو گھورتی ہوئی

کمرے سے چلی گئی۔

”میرا ہم شکل کون تھا...؟“ رحمان صاحب نے خشک لہجے میں پوچھا۔

ایک خاص آدمی جو اس وقت تک اس واقعے کو بالکل بھول چکا ہو گا۔ عمران مسکمی صورت بنا کر بولا۔ ”ویسے سفیر نے اعتراف کر لیا ہے کہ جی فائو اُسے دھمکیاں دیتا رہا ہے وہ یہی چاہتا تھا کہ آپ کسی طرح سفارت خانے کی عمارت تک پہنچیں اور وہ آپ پر بدترین فکس آڑے اور جناب عالی اوردانے ہمیں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ اگر ہم میں سے کوئی بھی اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو سیدنا عدم آبادی برباد ہوتا۔“

”کیوں...؟“

”شہزادہ قلعہ کے نیچے اس نے پاور ہاؤز میں رکھا تھا۔“

”کیوں بکو اس کر رہے ہو۔“

”ایک چھوٹی سی پریشر مشین جس میں ڈیڑھ لی سوئیاں بھری ہوئی تھیں اس پاور ہاؤز سے اچھڑ تھی اور مختلف جگہوں پر متعدد بین تھے جن میں سے کسی پر بھی ہکا بکا ہوا پڑنے پر سوئیاں ٹپکتیں اور اس پاس کے لوگوں کو سلامتی پتلی جالتی۔“

”تو تم نے اسے سر سلطان کے حوالے کر دیا۔“

”جی ہاں... مجبوری تھی... انہی کے مجھے کاکیس تھا۔“ عمران نے کہا اور پورا فکروں سے رحمان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔

رحمان صاحب کھڑکی کے باہر دیکھنے لگے۔

﴿ختم شد﴾